قرآن کریم اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۷۵　　شمارہ: ۹

رمضان المبارک: ۱۴۳۳ھ - اگست: ۲۰۱۲ء

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے، زرسالانہ: ۳۰۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

نائب مدیر

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

مجلس ادارت

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ (مدیر معاون)

مولانا عطاء الرحمن صاحب (ناظم تعلیمات)

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ:

ماہنامہ "بینات" پوسٹ بکس نمبر ۳۴۶۵، کراچی ۷۴۸۰۰

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فون دفتر بینات: ۳۴۹۲۷۲۳۳

فون جامعہ: ۳۴۹۱۳۵۷۰_۳۴۱۲۱۱۵۲_۳۴۱۲۳۳۶۶

ایکسٹینشن: ۱۴۶_۱۴۷

فیکس: ۹۲-۲۱-۴۹۱۹۵۳۱

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ،

ناروے ویسٹ انڈیز وغیرہ: ۳۵ر امریکی ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان،

ایران، انڈیا وغیرہ: ۲۷ر امریکی ڈالر

بنگلہ دیش: ۲۵ر امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر　مطبع: ایجوکیشنل پریس کراچی　طابع: فیروز ذکی

www.banuri.edu.pk

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

برما کے مسلمانوں پر مظالم اور مسلم اُمہ کی ذمہ داری	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

اسلام ایک معاہدہ کا نام ہے	۱۰	حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
پاک و ہند میں علم حدیث.... ایک مختصر جائزہ!	۱۶	حضرت مولانا محمد انور بدخشانی
گناہوں کی اقسام اور توبہ کے فضائل و آداب	۱۸	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی
علامہ کوثریؒ کی حیاتِ طیبہ کے درخشاں پہلو!	۳۰	جناب مسعود فرحان، لندن
رمضان کو کیسے قیمتی بنائیں؟	۴۳	مفتی عارف محمود، استاد جامعہ فاروقیہ
ماہِ مبارک کی آمد اور تلاوتِ قرآنِ پاک	۵۳	مولانا محمد راشد، ڈیرہ اسماعیل خان
اقوالِ زریں امام غزالی رحمہ اللہ	۵۵	مولانا محمد قاری عطاء الرحمٰن اعوان
تصویر کی حرمت، قرآن وسنت کی روشنی میں	۵۹	جناب سخی داد خوستی صاحب

یادِ رفتگان

تواریخ وفات حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ	۶۲	حضرت مولانا خلیل احمد تھانوی

دارالافتاء

سندھی رومن میں قرآن تحریر کرنا	۶۳	مولوی محمد یوسف انور

نقد و نظر

	۶۶	ادارہ

برما کے مسلمانوں پر مظالم
اور مسلم اُمہ کی ذمہ داری!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

آج کے مسلمان فکری ونظری اعتبار سے انتشار، اختلاف، افتراق، عدمِ اتحاد اور عدمِ اتفاق سے دوچار ہیں۔ جب کہ دنیائے کفر خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی، سکھ ہوں یا ہندو اور بدھسٹ، مسلم دشمنی میں سب ”الکفر ملة واحدة“...... کہ تمام کافر ایک ملت ہیں...... کا مظاہرہ اور ثبوت پیش کررہے ہیں۔

اگر ایک طرف امریکہ، برطانیہ اور نیٹو افواج کا انگریز عیسائی اور یہودی عراق، افغانستان اور پاکستان میں مسلمان بوڑھوں، بزرگوں، جوانوں اور گھر میں موجود خواتین اور بچوں پر بم برساکر ان کو اپاہج، قتل اور صفحۂ ہستی سے مٹارہا ہے تو دوسری طرف ہندو اور بدھسٹ انڈیا، کشمیر اور برما میں موجود مسلمان اقلیت کے گھروں اور خیموں میں گھس کر ان کو ذبح اور تہس نہس کررہا ہے اور ان عفت مآب مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عصمتوں اور عزتوں سے کھیل رہا ہے۔

کہنے کو ۵۶/اسلامی ممالک دنیا کے نقشہ پر موجود ہیں، لیکن کسی ایک ملک کو یہ توفیق نہیں کہ وہ ان مظلوم مسلمانوں کی کوئی مدد کرسکے یا ان کے حق میں کوئی کلمۂ خیر کہہ دے۔ ادھر کفر کا یہ حال ہے کہ کوئی بدفطرت، بدخصلت، موذیٔ اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن کریم کے بارہ میں ہرزہ سرائی یا کوئی یاوہ گوئی کرتا ہے اور مسلمان ردعمل اور جذبات میں آکر اس پر مشتعل ہوجاتے ہیں تو سارا کفر اُن کی پشت پر کھڑا ہوجاتا ہے اور اس موذی اور موہن کو ہر قسم کی مراعات اور اعزازات سے نوازتا ہے۔

زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، اسی جولائی ۲۰۱۲ء کے مہینہ میں بہاولپور ڈویژن کے شہر ”چنی گوٹھ“ میں ایک بدبخت شخص نے قرآن کریم کو جلایا۔ اُسے رنگے ہاتھوں پکڑ کر عوام نے

دینی حمیت اور دینی غیرت کی بنا پر جلا دیا تو تین ہزار لوگوں پر قانون کو ہاتھ میں لینے کا مقدمہ بنا دیا گیا اور ان کی گرفتاری کے لئے ان کے گھروں اور دُکانوں پر چھاپے مارے جارہے ہیں۔

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ انصاف پسند حلقے ہمیشہ اس بات کی تائید کرتے آئے ہیں کہ ایسے بدبختوں کو پکڑ کر قانون کے حوالہ کرنا چاہئے، تاکہ عدالتی کارروائی مکمل ہونے کے بعد قانون کے مطابق انہیں قرار واقعی سزا دی جاسکے، مگر سوچنے کی بات ہے کہ آخر یہ غیور مسلمان اس انتہائی اقدام پر کیوں مجبور ہوئے؟ ہماری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کے مصداق کہ حکمرانوں نے ہمیشہ محب دین پاکستانی عوام کا ساتھ دینے کی بجائے دین دشمن آقاؤں کے احکامات پر عملدرآمد کرنے کو اپنی سعادت سمجھا، اور ایسے گستاخِ رسول اور موہنِ قرآن مجرموں کو ہیرو بنا کر وی آئی پی پروٹوکول کے ساتھ جرمنی اور دوسرے مغربی ممالک کے حکم پر ان کے سپرد کیا۔ ان حالات میں اگر عوام قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور قرآن کریم کو جلانے والوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں تو قصور حکمرانوں کا ہے، عوام کا نہیں۔

صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ ہمارے صدر پاکستان محترم جناب آصف علی زرداری صاحب بھی اس واقعہ پر سیخ پا ہوئے اور مشیر داخلہ جناب رحمٰن ملک کو اس واقعہ کی رپورٹ پیش کرنے کا حکم صادر کیا ہے۔ ادھر اس واقعہ کو آڑ بنا کر انسانی حقوق کی نام نہاد بین الاقوامی تنظیم'' ایمنسٹی انٹرنیشنل'' پاکستان میں توہین رسالت قانون کو ختم کرانے کے لئے پھر سے بے تاب اور سرگرم ہوگئی ہے، روزنامہ امت میں یہ خبر چھپی ہے:

> ''لندن (امت نیوز) انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم'' ایمنسٹی انٹرنیشنل'' پاکستان کے توہین رسالت قانون کو ختم کرانے کے لئے سرگرم ہوگئی۔ گزشتہ روز ایک بیان میں تنظیم نے بہاولپور میں قرآن کی بے حرمتی کے ایک ملزم کو پولیس کی حراست سے چھڑانے کے بعد سرعام زندہ جلانے کے واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اس کی بنیادی وجہ مذہبی بے حرمتی سے متعلق قوانین ہیں۔ حکومت پاکستان فوری طور پر ان میں اصلاحات لانے کے لئے اقدامات کرے۔ انسانی حقوق کمیشن پاکستان نے بھی واقعہ کی شدید مذمت کی اور کہا کہ ملوث افراد کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے''۔ (روزنامہ امت، کراچی، ۷رجولائی ۲۰۱۲ء)

پاکستانی مسلم عوام یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ انسانی حقوق کے ان نام نہاد اداروں کو

پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی تو نظر آتی ہے، لیکن نیٹو افواج کی پاکستانی عوام پر ڈرون حملوں کی یلغار کیوں نظر نہیں آتی؟ اسی طرح برما میں ۲۰ ر ہزار مظلوم مسلمانوں کی ہلاکتیں انہیں کیوں نظر نہیں آتیں؟ ۶۵ سال سے انڈیا مظلوم کشمیریوں کے حق خود ارادیت کو دبائے ہوئے ہیں اور انہیں گولہ باری کا نشانہ بنائے ہوئے ہے، انہیں یہ سب کچھ نظر کیوں نہیں آتا؟ کیا وہ انسان نہیں؟ ان نام نہاد انسانی حقوق کے چمپیئوں کی یہ دوغلی اور دوہری پالیسی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

برما کے مسلمانوں سے اظہار یکجہتی اور مسلم امہ کو متنبہ، بیدار اور خبردار کرنے کے لئے جمعیت علمائے اسلام (ف) نے پریس کلب میں آل پارٹیز کانفرنس بلائی تھی، جس میں جمعیت علمائے اسلام کے سینئیر رہنما اور سابق سینیٹر حافظ حسین احمد مہمان خصوصی تھے۔ اس اے پی سی میں برما میں مظلوم مسلمانوں کے حالات اور واقعات پر مشتمل ایک اعلامیہ شرکائے کانفرنس کو دیا گیا، جس سے وہاں کے مسلمانوں کی حالتِ زار اور مظلومیت پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ قارئین بینات کو ان مظلوم مسلمانوں کے حالات سے روشناس کرانے کے لئے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''اراکان (برما) میں گزشتہ ماہ ۳ جون سے مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے۔ مؤرخہ ۳ جون کو صوبہ ارکان کے ٹاؤنگ گوک شہر میں غیر مسلم (مگھ) مسلح دہشت گردوں نے ایک بس پر حملہ کر کے تبلیغی جماعت کے ۱۰ ر مسلمانوں سمیت ۲۷ ر افراد کو شہید وزخمی کر دیا، بس ڈرائیور نے اس ظلم کو روکنا چاہا تو وہ بھی دہشت گردوں کی گولیوں کا نشانہ بن گیا، اس اندوھناک واقعہ کی اطلاع جب دوسرے شہروں میں پہنچیں تو مسلمانوں نے اس واقعہ کے خلاف پرامن احتجاج کا پروگرام بنایا۔ ۸ر جون ۲۰۱۲ء کو جب مسلمان پرامن احتجاج کی تیاری کر رہے تھے کہ حکومتی اہلکاروں اور مگھ غنڈوں نے مل کر مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا اور ساتھ ہی مساجد و دینی فلاحی اداروں کو جلانا شروع کر دیا۔ برما کے مسلمانوں کے قتل عام کو ایک ماہ ہو رہا ہے، اس دوران شہداء کی تعداد ہزاروں جبکہ کئی لاکھ لوگ بے گھر ہو چکے ہیں، مسلمانوں کی ہزاروں بستیوں کو جلا دیا گیا ہے اور قتل عام کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

عرصہ ۶۴ سال سے ارکان کے مسلمان مختلف صعوبتیں اور ظلم وستم برداشت کرتے آرہے ہیں۔ اس دوران کئی بڑے بڑے ''مگھ مسلم قتال'' کے واقعات پیش آئے، جس میں لاکھوں مسلمان تہہ تیغ کر دیئے گئے، لاکھوں ماؤں بہنوں کی عصمتیں تار تار ہوئیں، لاکھوں روہنگیا مسلمان مال ومتاع گھر بار چھوڑ کر دیارِ غیر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس دوران چند عالمی اداروں نے رسمی طور پر احتجاج بھی کیا، لیکن وہ صدا بصحرا ثابت ہوئے۔ برما کی حکومت پر اقوامِ متحدہ نے مختلف پابندیاں عائد کیں، لیکن وہ بھی بے سود ثابت ہوئیں اور پھر حالیہ چند سال قبل جمہوریت بحالی کی شرط

پر پابندیاں کم ہوئیں، مسلمانوں نے سوچا کہ ظلم میں کمی آئے گی۔ آزادی میسر ہوگی، لیکن ٹاؤنگ گوک کے سانحہ کے بعد برما کی حکومت کے چہرے سے جمہوریت کا نقاب بھی اتر گیا، کیونکہ انہوں نے صرف رسمی بیان جاری کرنے پر اکتفا کافی سمجھا، کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ مسلمانوں کو جتنا دباؤ، جتنا ان کا قتل عام کرو، ان پر ظلم وستم کرو، کوئی پوچھنے، روکنے، ٹوکنے والا نہیں ہے، ورنہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ٹاؤنگ گوک کے واقعہ میں ملوث بدھ بھکشوں اور دیگر مگھ درندوں کو فوری گرفتار کرکے تختہ دار پر چڑھا دیا جاتا۔

دس جون ۲۰۱۲ء کو اراکان کے دارالحکومت اکیاب کے مشہور علاقہ ''والی السرۃ پاڑہ'' میں بدھ بھکشوؤں اور مگھوں نے ایک مسجد اور اس سے متصل مدرسہ کو آگ لگا کر مکمل طور پر شہید کردیا اور کوئی بھی آگ بجھانے نہ پہنچ سکا، کیونکہ مسلمان گھروں میں محصور ہیں، نکلتے ہی مگھ بلوائی انہیں تہہ تیغ کرنے میں ذرا دیر نہیں لگاتے۔ اکیاب، منگڈو، راسیدنگ، بوتھیدنگ، بولی بازار، ناکفور اور دیگر علاقوں میں درجنوں کی تعداد میں مسلمانوں کو شہید کردیا گیا ہے، جبکہ ٦ سے زائد روہنگیا مسلمانوں کی بستیوں کو بھی آگ لگا کر بھسم کردیا گیا۔ فسادیوں سے بچنے والے مسلمانوں کا اللہ کے بعد آخری سہارا پڑوسی ملک بنگلہ دیش کی سرزمین ہے، لیکن وہاں تک ان کا پہنچنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اور اگر وہ بنگلہ دیش کی سرزمین تک پہنچ بھی جائیں تو بنگلہ دیشی حکام انہیں کسی طور پر قبول کرنے کو تیار نہیں اور انہیں واپس برما دھکیل رہے ہیں، کیونکہ پہلے ہی مختلف مواقع پر ہجرت کرنے والے لاکھوں روہنگیا مسلم مہاجرین ریفیوجی کیمپس میں انتہائی کسمپرسی کے عالم میں رہنے پر مجبور ہیں اور بنگلہ دیشی حکام انہیں مکمل سہولیات فراہم کرنے سے عاجز ہیں، اس لئے مزید مہاجرین کا بوجھ وہ اپنے سر لینے کو تیار نہیں ہورہے۔ حالیہ ضمنی انتخابات میں مسلمانوں نے مشہور نوبل انعام یافتہ خاتون اور برما کی اپوزیشن لیڈر آنگ سانگ سوچی کو ملک بھر سے بھاری ووٹ دے کر سو فیصد کامیابی دلائی تھی، اس امید پر کہ اب روہنگیا مسلمانوں کی دادرسی ہوگی اور ان پر عرصہ دراز سے جاری مظالم کا سد باب ہوگا۔ شاید یہی چیز آمر حکمرانوں اور ان کے چیلوں کو ایک آنکھ نہ بھائی، کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اب مسلمان منظم ہورہے ہیں اور اگر یہ ایک بار منظم ہوگئے تو پھر تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان ہر آندھی اور ظلم سے ٹکرا جاتے ہیں اور اپنے سامنے والی ہر رکاوٹ کو خس وخاشاک کی طرح بہادیتے ہیں۔

مسلمانوں کے کئی امیدوار بھی ضمنی انتخابات میں کامیاب ہوئے اور اسمبلیوں تک جاپہنچے ہیں اور شاید مسلمانوں کی یہ انتخابی کامیابی آمر حکمرانوں اور ان کے چیلوں کو قبول نہیں جس کو روکنے کے لئے مسلمانوں کی نسل کشی کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اراکان (برما) میں اب تک ۲۰/ ہزار سے زائد مسلمانوں کو بے دردی سے شہید کردیا گیا ہے، جبکہ ۹۰/ ہزار سے زائد افراد ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے

ہیں۔ بڑے پیانے پر مسلمانوں کے مکانات، مساجد اور مدارس کو نذر آتش کرنے کا سلسلہ جاری ہے، لیکن اس تمام صورتحال پر اقوام متحدہ کی خاموشی اور عالم اسلام کی بے حسی نے مسلمانانِ برما کو تنہا کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق پوری دنیا کے مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں کہ جسم کے ایک حصہ کو تکلیف ہو تو دوسرا بھی تڑپ جاتا ہے، لیکن برما کے مسلمانوں پر جو قیامت برپا کردی گئی، اس پر عالم اسلام کی جانب سے کوئی آواز نہیں اٹھائی جارہی ہے۔ اراکان (برما) میں مسلمانوں کے قتل عام، اقوام متحدہ و عالمی ذرائع ابلاغ کی مسلسل خاموشی اور عالم اسلام کی مجرمانہ غفلت جاری ہے۔ آل پارٹیز کانفرنس کی جانب سے کراچی میں موجود مسلم ممالک سمیت تمام ممالک کے قونصل خانوں اور انسانی حقوق کے عالمی اداروں کو برما کے مسلمانوں پر برمی حکومت کے مظالم کے خلاف یادداشت پیش کی جائیں گی۔ آل پارٹیز کانفرنس کے شرکاء نے اراکان (برما) میں مسلمانوں کے قتل عام، اقوام متحدہ و عالمی ذرائع ابلاغ کی مسلسل خاموشی اور عالم اسلام کی مجرمانہ غفلت کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ دینی وسیاسی جماعتوں کا نمائندہ اجتماع عالم اسلام سے مطالبہ کرتا ہے کہ:

☆...... وہ اراکان (برما) کے مسلمانوں کے قتل عام، ان کی املاک کی تباہی، بستیوں کو جلانے کے خلاف مؤثر آواز بلند کریں، تاکہ برمی مسلمانوں کو یہ احساس ہو کہ وہ اکیلے نہیں، بلکہ امت مسلمہ ان کی پشت پر ہے۔

☆...... اقوامِ متحدہ برما کے مظلوم و بے کس مسلمانوں پر تاریخ کے بدترین ظلم کے خاتمہ کے لئے اپنا کردار ادا کرے اور اس ظلم کو بند کروائے۔

☆...... پاکستانی حکومت اپنے سفارتی ذرائع استعمال کرتے ہوئے سفارتی سطح پر برما کے مسلمانوں کی ترجمانی کرے اور برما کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کو بند کروانے کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔

☆...... برما کے ساتھ چونکہ اسلامی ملک بنگلہ دیش کا بارڈر لگتا ہے، اس لئے برمی مسلمان ہجرت کرکے بنگلہ دیش میں پناہ لینا چاہتے ہیں، لیکن بنگلہ دیش کی حکومت انہیں اپنے ملک میں داخل ہونے نہیں دے رہی، جس سے ہجرت کرکے بنگلہ دیش آنے والے برمی مسلمانوں کو سخت اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ نمائندہ اجتماع بنگلہ دیش حکومت سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مشکل کی اس گھڑی میں برمی مسلمانوں کا ساتھ دیں اور پناہ حاصل کرنے والوں کو پناہ دیں۔

☆.... یہ نمائندہ اجتماع پرنٹ والیکٹرانک میڈیا سے بھی اپیل کرتا ہے کہ وہ اراکان (برما) میں مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے تاریخ کے بدترین مظالم کے خلاف آواز اٹھائیں اور مظلومین برما کا ساتھ دیں''۔

راقم الحروف کو بھی کچھ کہنے کی دعوت دی گئی، میں نے اپنی بات کو چند تجاویز تک محدود رکھا اور کہا کہ:

۱:......مساجد کے ائمہ کرام اپنے جمعہ کے خطبہ میں برما کے مسلمانوں پر جو ظلم وستم ڈھایا جارہا ہے، اس سے عوام کو آگاہ کریں۔

۲:......تمام اسلامی ممالک کے سفارت خانوں کو ان حالات پر مشتمل ایک یادداشت پیش کی جائے۔

۳:......حکومت پر زور دیا جائے کہ وہ قومی اسمبلی اور سینیٹ میں برما کے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں وہ قرارداد کے ذریعہ اس کی مذمت کرے اور سفارتی سطح پر برما کی حکومت سے اس پر احتجاج کیا جائے۔

۴:...... پاکستان کی تمام مذہبی جماعتیں ایک قیادت پر متحد اور مجتمع ہوں، اس سے جہاں پاکستان میں دینی ذہن اور سوچ رکھنے والی عوام اکٹھے اور ایک بھاری قوت ثابت ہوگی، وہاں پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کو بھی اس سے تقویت اور ایک سہارا ملے گا۔ ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم انفرادی طور پر محنت اور کوشش کرتے ہیں، لیکن قیادت نہ ہونے کی بنا پر ہماری تمام تر کوششیں بے ثمر اور لاحاصل رہتی ہیں۔شرکائے کانفرنس نے ان تجاویز کو سراہا۔ اے پی سی کی رپورٹ روزنامہ جنگ نے اپنی دوکالمی خبر کے ساتھ ان الفاظ میں شائع کی ہے۔

> ''کراچی (اسٹاف رپورٹر) جمعیت علمائے اسلام (ف) کے مرکزی رہنما حافظ حسین احمد نے کہا ہے کہ برما (میانمار) میں مسلمانوں کے قتل وغارت گری کے خلاف پارلیمنٹ میں متفقہ قرارداد پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اس سلسلہ میں مختلف سفارتخانوں کو یادداشتیں بھی جمع کرائی جائیں گی۔ حکومت برما میں مسلمانوں کے خلاف ڈھائے جانے والے ظلم وستم پر خاموشی توڑ کر کردار ادا کرے۔ وہ جمعہ کو کراچی پریس کلب میں جے یو آئی کراچی کے زیر اہتمام آل پارٹیز کانفرنس بعنوان ''برمی مسلمانوں پر مظالم اور مسلم امہ کی ذمہ داری'' سے بحیثیت مہمان خصوصی خطاب کررہے تھے۔اس موقع پر پیپلز پارٹی کراچی ڈویژن کے قائم مقام صدر عصمت اللہ خان، امیر جماعت اسلامی کراچی محمد حسین محنتی، جے یو آئی کراچی کے امیر قاری محمد عثمان، جے یو پی کے محمد صدیق راٹھور، مستقیم نورانی، پی ڈی پی کے بشارت مرزا، عوامی مسلم لیگ کے محفوظ یار خان، قاری ضمیر اختر، محمد اشرف گورمانی، مولانا طاہر ارکانی، ضیاء عباس، مولانا اعجاز مصطفیٰ، مولانا محمد افضل سردار، غازی عبداللہ نے بھی خطاب کیا۔ نظامت کے فرائض محمد اسلم غوری نے انجام دیئے۔ حافظ حسین احمد نے مزید کہا کہ ۹ اور ۱۰ جولائی کو پشاور میں جے یو آئی کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہورہا ہے جس میں اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا پلیٹ فارم او آئی سی مسلمانوں کا تحفظ کرنے میں ناکام رہا ہے، بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ او آئی سی، آئی سی یو

میں پڑا ہے۔ برما کے مسلمانوں سے اظہار یکجہتی کے لئے ہر جمعہ کو مساجد میں اجتماع منعقد کئے جائیں اور اس سلسلہ میں کمیٹی تشکیل دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان میں کوئی فرقہ وارانہ فسادات نہیں ہورہے، بلکہ حکومت کی ناقص پالیسیوں کے سبب علیحدگی کے نعرے لگ رہے ہیں، حکومت کو اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ امریکا اور اس کے اتحادی ۴۸ ممالک افغانستان میں شکست کھانے کے بعد وہاں سے پیش قدمی کرنا چاہتے ہیں، لیکن امریکہ وہاں سے اتنی آسانی سے نہیں نکلے گا۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ ۶۴ سالوں سے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جارہے ہیں، امریکا اور استعماری طاقتیں مسلمانوں کو کمزور کرنا چاہتی ہیں اور جو کچھ برما میں انسانیت سوز سلوک کیا جارہا ہے، اس پر ہیومن رائٹس تنظیموں کی خاموشی معنی خیز ہے۔ عصمت اللہ خان نے کہا کہ پیپلز پارٹی برما کے مسلمانوں کے ساتھ مکمل اظہار یکجہتی کرتی ہے، اس سلسلہ میں جے یو آئی اگر ایک قدم آگے بڑھے گی تو ہم دو قدم آگے بڑھنے کے لئے تیار ہیں۔ محمد حسین محنتی نے کہا کہ برما کے معاملہ پر آج سب خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ مسلم امہ پوری دنیا میں قتل و غارت گری کا شکار ہے، جس کا اصل سبب یہ ہے کہ مسلمان منتشر ہیں اور کفر یکجا ہوکر انہیں مار رہا ہے۔ قاری عثمان نے کہا کہ پوری امت مسلمہ اسلام دشمنوں کے نرغے میں ہے اور کہیں بھی مسلمان کفار کی جارحیت سے محفوظ نہیں ہیں''۔ (روزنامہ جنگ کراچی، ۱۶ شعبان ۱۴۳۳ھ، ۷ جولائی ۲۰۱۲ء)

آج مسلمانوں کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ اقوام متحدہ کا ادارہ درحقیقت امریکہ کی لونڈی بن کر رہ گیا ہے، امریکہ جو چاہتا ہے، اقوام متحدہ اس کا تابع فرمان بن کر اس کا حکم بجالاتا ہے اور امریکہ جو نہیں چاہتا، اقوام متحدہ اس مسئلہ پر چپ سادھ لیتا ہے۔ اسی طرح اسلامی ممالک نے ایک ادارہ او آئی سی بنایا تھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی ممالک اس فورم پر اپنے مسائل حل کریں گے اور مسلمانوں کا تحفظ، ان کی رہنمائی اور خیرخواہی کی جائے گی، لیکن یہ بھی اپنے مشن اور مقصد میں اب تک ناکام رہا ہے، اور یہ ادارہ بھی اغیار کا تابع مہمل بن کر رہ گیا ہے۔

ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے سفارتی ذرائع استعمال کرتے ہوئے برما کے مسلمانوں کی مدد و نصرت کرے اور دوسرے اسلامی ممالک کو بھی اس طرف متوجہ کرے۔

پاکستانی مسلم عوام سے بھی درخواست ہے کہ برما کے ان مظلوم مسلمانوں کے حق میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعائیں بھی کریں اور دامے، درمے، قدمے، سخنے ان کی مدد و نصرت بھی کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ خیر خلقه سیدنا محمد وعلیٰ آله وأصحابه أجمعین

اسلام ایک معاہدہ کا نام ہے

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

ا......''اسلام'' یا ''دین اسلام'' حق تعالیٰ شانہٗ اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک معاہدہ کا نام ہے، ''کلمۂ طیبہ'' یعنی'' لاإلـہ إلا اللہ محـمـد رسـول اللہ ''اسی معاہدہ کا متن ہے۔ معاہدے کی تمام دفعات نہایت اجمال وخوبی کے ساتھ انہی دوحرفوں میں سمیٹ دی گئی ہیں۔ ''کلمۂ طیبہ'' کا پہلا جزء اللہ تعالیٰ شانہٗ کی الوہیت وخدائی کا دل وجان سے اقرار ہے۔ اس جزء میں حق تعالیٰ شانہٗ کی تمام صفاتِ کمال جلال وجمال کو سمیٹ دیا گیا: حق تعالیٰ خالق ہے، حق تعالیٰ رازق ہے، ہادی برحق ہے، وہ ہر دور میں تمام مخلوقات کے لئے ہدایت وارشاد کے نظام نامے نازل فرماتا اور اپنے نمائندے بھیجتا رہا ہے، کسی قوم کو بغیر ہادی کے نہیں چھوڑا، ہر دور کے ہر پیغام پر ایمان لانا، یقین کرنا ضروری ہوگا۔ الغرض یہ اور اس قسم کی تمام تفصیلات اسی جزء کی تشریحات ہوں گی۔ دوسرا جزء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کا زبان سے اعتراف اور دل وجان سے اسے تسلیم کرنا ہے، وہ تمام صفات وکمالات جو حضرت حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائے ہیں، ان سب پر ایمان لانا ایک کلمہ گو کے لئے ضروری ہوگا۔

بعثت انبیاء کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا، وہ آپ ﷺ پر ختم ہوا اور آپ ﷺ خاتم النبیین بنائے گئے، حق تعالیٰ کا آخری پیغام ہدایت ''قرآن کریم'' آپ ﷺ ہی کے ذریعہ رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لئے نازل فرمایا گیا اور اس کے تمام احکام ابدی ہیں، ان میں کسی ترمیم وتبدیل کی گنجائش نہیں اور یہ نظام نامۂ ہدایت چونکہ تمام مخلوقات کے لئے تھا، عرب کے لئے تھا، عجم کے لئے بھی، ایشیا کے لئے بھی تھا اور یورپ کے لئے بھی، افریقہ کے لئے بھی تھا اور امریکہ کے لئے بھی تھا اور ہر دور کے لئے تھا اور تمام نسلِ انسانی جو قیامت تک آنے والی تھی سب

کے لئے تھا، اس لئے کسی دور میں جو برائیاں اور خرابیاں پیدا ہونے والی تھیں، ان سب کی اصلاح کے لئے تھا۔ اور ایسا کرنے سے حق تعالیٰ عاجز نہ تھا، کیونکہ اس کا علم بھی کامل ومحیط تھا، ازلی تھا، ابدی تھا، کوئی چیز اس سے مخفی نہ تھی اور قدرت بھی کامل تھی، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہ تھی، اس لئے تمام نسلِ انسانی کے لئے اور ان کے امراضِ روحانی کے لئے ایک جامع نسخۂ شفاء نازل کرنا اس کے علم محیط اور قدرت کاملہ سے باہر نہ تھا اور اسی آخری پیغام ہدایت میں یہ واضح اعلان فرمایا تھا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم کردیا گیا اور نہایت شرح وبسط کے ساتھ اس کی تفصیلات کو قرآن وحدیث میں واضح کردیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام تفصیل اسی دوسرے جزء کی تشریح ہے۔ ان دو حرفوں کے اعتراف کرلینے سے تمام دین کے تسلیم کرلینے کا معاہدہ ہوجاتا ہے اور دین کی ایک ایک بات کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہوجاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ زبان سے تو صرف اظہار واقرار کرنا ہوتا ہے، اصل تسلیم واعتراف تو دل کا ماننا اور اس پر یقین کرنا ہے۔ کوئی شخص بھی ایسے معاہدہ کو صحیح نہیں مان سکتا جو صرف زبان سے تو کہا جائے اور دل میں نہ ہو، اسی کا نام جھوٹ ہوگا۔ سچے اقرار کے معنی یہ ہیں کہ بدل وجان تسلیم کیا جائے اور قلبی یقین واذعان کا زبان سے اظہار واقرار کیا جائے۔

دیکھئے! ''عقد نکاح'' کیا ہے؟ بظاہر تو صرف دو لفظ ہیں: ''ایجاب وقبول'' ایک کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنا نفس آپ کے نکاح میں دے دیا، دوسرا کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا۔ انہی دو لفظوں کے بولنے کے بعد گویا وہ تمام باتیں جو زوجیت کے لوازم ہیں، سب اسی ایجاب وقبول میں آگئیں: بیوی کا نفقہ، اس کی رہائش، اس کی تیمارداری، اس کی حفاظت، اس کی ہر وہ خدمت جس کی وہ محتاج ہوگی، ان سب کے التزام کا معاہدہ ہوگیا، کوئی جاہل یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں نے کب ان باتوں کا اقرار کیا تھا؟ تمام عقود ومعاملات کا دار ومدار ان ہی دو حرفوں پر ہوتا ہے، جس کا نام شرعی زبان میں ''ایجاب وقبول'' ہے۔ تمام حکومتوں کے معاملات اسی طرح سے ہوتے ہیں۔ جب ایک حکومت نے دوسری حکومت کو تسلیم کرلیا اور اپنا سفیر بھیج دیا تو وہ تمام روابط جو آج کی بین الاقوامی سیاست میں دو دوست حکومتوں میں ہوا کرتے ہیں وہ سب قائم ہوجاتے ہیں۔ الغرض ''لا إلـه إلا الله محـمـد رسول الله'' کا یہ مختصر کلمہ تمام اسلامی معاہدے کا متن ہے اور دین اسلام کی تمام ہدایات واحکام کا ماننا ضروری ہوجاتا ہے، اس لئے تمام علماء امت محمدیہ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ ایمان یا اسلام نام ہے اس عقد کا کہ جو کچھ اللہ ورسول ﷺ نے فرمایا ہے وہ سب سچ ہے، دل وجان سے اس کی تصدیق کی جائے اور اس پر ایسا یقین کامل ہو جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو اور ہر طرح کے شبہات وشکوک سے بالاتر ہو، اس قسم کی تصدیق کا نام ایمان ہے: ''هـو

تصدیق النبی فی جمیع ماجاء به من عند الله، مما علم کونه من الدین ضرورة".

۲...... جہاں تک لغت کا تعلق ہے ''اسلام'' کے معنی تسلیم وانقیاد اور طاعت وفرمانبرداری کے ہیں اور قرآن کریم کی اصطلاح میں ''اسلام'' کا اطلاق اس آسمانی دین پر ہوتا ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی طرف سے آیا۔ یہ سلسلہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام سے شروع ہوکر حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوا، اسی لئے ہر نبی کے دورِ نبوت میں اس کے ذریعہ آئے ہوئے دین کو ''دین اسلام'' کہا جاتا تھا، اور ہر وہ شخص جو اس دین کا متبع ہو ''مسلمان'' کہلانے کا مستحق تھا، لیکن آخر میں جب یہ سلسلہ حضرت خاتم النبیین ﷺ پر آکر ٹھہرا تو دین حق، دین محمدی (علی صاحبہ الصلوۃ والسلام) کا نام بن گیا اور جو دینِ حق اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ محمد بن عبد اللہ ﷺ کے ذریعہ نازل فرمایا، محض اس کا لقب ''اسلام'' رکھا گیا، اب ''دین اسلام'' صرف اسی مخصوص دین کا لقب اور نام ہے، کسی دوسرے دین پر اس کا اطلاق نہ ہوگا اور نہ کسی قدیم یا جدید دین کے ماننے والے کو ''مسلمان'' کہنا ہی صحیح ہوگا، اسی لئے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن جمعہ کی عصر کو ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ تمام امت اسلامیہ کے سامنے یہ اعلان کر دیا گیا:

''اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیْتُ لَکُمُ الإِسْلاَمَ دِیْناً''. (المائدة:۳)

ترجمہ:۔''آج کے دن تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر فرمادیا اور اپنی نعمت پوری کردی اور اسلام ہی تمہارا دین تمہارے لئے پسند کیا۔

اس مقام پر بعض مشاہیر اہل قلم کو بڑی غلط فہمی ہوئی اور خطرناک باتیں قلم سے نکل گئیں، حقیقت یہی ہے جو عرض کی گئی۔ کامل ترین صورت میں حق تعالیٰ نے ''دین اسلام'' کو نازل فرمایا اور اس آخری ہدایت کو آخری شکل دے دی گئی، جس میں کسی اضافے یا ترمیم کی گنجائش نہیں اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی اور ارشادات سے اس کی مکمل تشریح کردی گئی، اور قرآنی ونبوی ارشادات میں ایسے رموز ونکات واشارات کر دیئے گئے کہ ان کو صحیح طور پر سمجھ لینے کے بعد آئندہ کے تمام مسائل کا حل نکل سکے، اور ان کی روشنی میں وہ تمام مسائل خود بخود واضح ہوتے رہیں گے۔ ظاہر ہے کہ مدارک وعقول کے مراتب میں قدرتی تفاوت واختلاف موجود ہے، تو اجتہادی مسائل میں بھی اختلاف ناگزیر ہے، اس لئے اس کو برداشت کیا گیا اور عہد نبوت میں جو طریقہ کار رہا، اس سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ البتہ غور وفکر کرنے والے حضرات کے لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں اجتہاد کی اہلیت اور اس کے شرائط ضروری ہیں، اور جن کو اہلیت نہ ہو، ان کی مداخلت برداشت کے قابل نہیں۔ یہ تو نہایت نازک مرحلہ ہے اور غامض ودقیق حِکَم واسرار ہیں، اللہ ورسول کا کلام ہے،

ہر کس و ناکس کے لئے دخل دینے کی گنجائش کا کیا امکان ہے؟ جب کہ دنیا کے ''علوم وفنون'' جو انسانی عقول وادراکات کے نتائج ہیں اور انسانی دائرۂ عقل سے بالاتر نہیں، ان کے لئے بھی اہلیت کو ضروری سمجھا جاتا ہے، پھر کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ ورسول کے کلام میں اتنی آزادی وحرّیت؟ کہ جس کا جی چاہے اور جو چاہے اس کے لئے وقف عام کر دیا جائے۔ کتنی حیرت کی بات ہے اور اس سے بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہے کہ شرعی نصوص یعنی اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ کی واضح ہدایات کو میزان عقل قاصر سے ناپا تولا جائے اور جب اپنی فہم نارسا کے موافق نہ دیکھے، انکار کیا جائے۔

۳..... تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا اصلی مرکزی نقطہ نہ صرف اصلاح معاشرہ ہے، بلکہ مخلوق کا خالق سے ٹھیک ٹھیک رابطہ پیدا کرنا ہے، تاکہ انسانی نظریات اور اخلاق واعمال میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کی اصلاح کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی وہ مرضیات بتلائی جائیں جن کے ادراک سے انسانی عقلیں قاصر ہیں۔ اسی طرح توحید، صفات باری، جنت، دوزخ، برزخ کے احوال، ملائکہ کا وجود یا مرنے کے بعد کی زندگی، حساب وکتاب، وغیرہ وغیرہ وہ دینی حقائق جن کے فہم وادراک سے تمام عقلیں قاصر ہیں، ان کا بتلانا اور ان تمام غیبی حقائق پر یقین پیدا کرانا ان کا منصب ہے۔ غرض جو خرابیاں اعتقاد وعمل، اخلاق وکردار میں پیدا ہوتی ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام ان کی اصلاح کرتے ہیں، ان خرابیوں اور بے اعتدالیوں میں سے کسی کا نام شرک ہے اور کسی کا کفر، کسی کا نام فسق ہے اور کسی کا ظلم، وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام مراحل کو طے کرنا ہے اور اس اصلاح کے راستے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان سے عہدہ برآ ہوتا ہے اور بسا اوقات جب معاملہ حد سے گذر جائے اور اصلاح کے تمام راستے بند ہو جائیں تو تلوار اٹھانے کی ضرورت پڑتی ہے اور جہاد وقتال کی نوبت آجاتی ہے۔ اگر انبیاء کرام علیہم السلام کفر کو برداشت کریں اور کوئی اصلاحی قدم نہ اٹھائیں اور لوگوں کو اپنی اپنی حالت پر چھوڑ دیں اور عملی جدوجہد شرک وکفر کے مٹانے کے لئے نہ کریں تو بعثتِ نبوت کا تمام نظام بیکار ہو جاتا ہے اور معاذ اللہ! محض تماشہ سے زیادہ اس کی حیثیت نہ ہوگی۔ کامیابی یا ناکامی تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، نتائج ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، مسؤلیت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تمام آسمانی ہدایات پر عمل کرنے کا جیسے حکم ہے اس کی تعمیل کرنی ہوگی۔

الغرض ایمان اور ایمانی حقائق کو واشگاف بیان کرنا، کفر وشرک کی باتوں کو واضح کرنا او رعملی جدوجہد کے تمام مراحل سے گزرنا انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ناگزیر ہے۔ اگر دعوت وتبلیغ کے کسی مرحلے پر ''لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ '' یعنی'' (کسی کو) دین (پر لانے کے معاملہ) میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت (اور) گمراہی (ایک دوسرے) سے الگ الگ واضح

ہو چکی ہے (اس کے بعد بھی جو گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت پر نہیں آتا، نہ آئے، جہنم میں جائے)'' کا اعلان ہوتا ہے تو کسی مرحلے پر جا کر ''مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ'' یعنی ''کسی نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس (کافر) قیدی ہوں (اور وہ ان کو رہا کردے) یہاں تک کہ زمین میں خون ریزی نہ کرلے'' کا اعلان بھی ہوتا ہے اور یہ بھی اعلان ہوتا ہے: ''وَقَاتِلُوْا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً'' یعنی ''اورلڑو ان کافروں سے جو تمہارے قریب (آباد) ہیں اور انہیں تم میں سختی محسوس کرنی چاہئے''۔ اور یہ بھی اعلان ہوتا ہے: ''يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ'' یعنی ''اے نبی! ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور (ان سے ذرا نرمی نہ کیجئے بلکہ) ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بہت ہی بری جگہ ہے''۔ اور یہ بھی اعلان ہوتا ہے: ''قُلْ لَّاتَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ'' . یعنی ''آپ کہہ دیجئے! بہانے نہ بناؤ، اس میں ذرا شک نہیں کہ تم نے (دعویٰ) ایمان کے بعد (بھی) کفر کا ارتکاب کیا ہے''۔ اور یہ بھی اعلان ہوتا ہے: ''فَمَالَكُمْ فِيْ الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَهْدُوْا مَنْ أَضَلَّ اللهُ؟'' یعنی ''(اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں اختلاف کرنے لگے (کہ تم میں سے بعض ان کو مسلمان کہتے ہیں) باجودیکہ اللہ نے ان کو بدعملی کے سبب اُلٹے پاؤں پھیر دیا، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ نے گمراہ کردیا، اسے بھی ہدایت یافتہ قرار دو؟۔

بہرحال کفر و شرک کو مٹانا اور توحید کے جھنڈے گاڑنا ان کا سب سے پہلا کام ہوتا ہے۔ دینی نظام کے مختلف ادوار میں انبیاءؑ آتے رہے، کبھی کبھی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملوک و سلاطین کا نظام بھی قائم کیا گیا، اور انبیاء علیہم السلام کی رہنمائی میں کام کرنے کا حکم دیا گیا۔

خاتم الانبیاء حضرت رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو تمام انبیاء سابقین و ملوک صالحین وعادلین کے کمالات کا وارث بنایا گیا اور ایسی جامعیت عطا فرمائی گئی کہ تمام مناصبِ اصلاح خواہ دعوت و تبلیغ کے ہوں یا جہاد و قتال کے یا نظم مملکت کے، آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں جمع کردیئے گئے تھے، بیک وقت آپ ﷺ داعی الی اللہ بھی تھے اور حاکم اعلیٰ بھی اور قائد جیوش بھی۔ آپ ﷺ کے خلفائے راشدینؓ بھی آپ ﷺ کی صفاتِ کمال کے صحیح جانشین تھے۔

جس طرح انبیاء علیہم السلام کا منصب تھا کہ توحید کی علمبرداری کریں، دنیا سے کفر و شرک کو مٹائیں اور دعوت الی اللہ کے لئے جدوجہد کریں، ٹھیک اسی طرح علوم نبوت کے وارثین کا فرض منصبی ہے کہ ایمان و کفر کی تمیز کرائیں اور ایک دوسرے کی حدود کو متعین کریں۔

جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہِ عظیم ہے، ٹھیک اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا بھی بڑا

عظیم جرم ہے۔ اگر علماء امت اس فریضہ میں کوتاہی کریں تو ادائے فرض کی کوتاہی میں عند اللہ مجرم ہوں گے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اس فریضہ کی ادائیگی علم صحیح کی روشنی میں نیک نیتی سے ہو، جذبات سے بالاتر ہو، حدود اسلام کی حفاظت اور پاسبانی یہ علماء امت کا فرض منصبی ہے جس کے بہرحال مکلّف ہیں۔ اگر اسلامی حکمرانوں کا فرض منصبی ہے کہ وہ مملکتِ اسلامیہ کے جغرافیائی حدود کی حفاظت کریں تو علماءِ امت کا فریضہ ہے کہ وہ حدودِ دین اسلام کی حفاظت کی تدابیر سرانجام دیں۔ اور اگر غور کیا جائے تو دینِ اسلام کی حدود کی حفاظت مملکت اسلامی کی حفاظت سے بھی زیادہ اہم ہے، اب اگر مملکت اسلامی کے چپہ چپہ کی پاسبانی ضروری ہے تو اس سے زیادہ اسلامی قوانین اور احکام کی پاسبانی، بلکہ ہر ہر حکم وقانون کی پاسبانی ضروری ہے۔ اور اسلامی مملکت بھی صحیح معنی میں وہی ہوسکتی ہے، جو دین اسلام کی محافظ ہو، اور جس میں احکامِ اسلام کی تنفیذ وتحفظ کی ضمانت ہو۔

ظاہر ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت اور پاسبانی کے لئے وجود میں آئی ہے، تمام تر کوشش اسی لئے تھی کہ مسلمانوں کے نفوس کو امن وامان نصیب ہو اور اسلامی احکام محفوظ ہوں۔

اگر کسی اسلامی ملک میں اسلامی قوانین کی حفاظت نہ ہو تو اس اسلامی حکومت کو اسلامی کہنا بے معنیٰ ہو جاتا ہے، ہر مملکت کی نوعیت اس کے دستور اور اس کے قوانین سے پہچانی جاتی ہے، جس طرح کمیونسٹ حکومت کا نظام اس کے دستور سے معلوم ہوگا اور جمہوری مملکت اس کے آئین سے معلوم ہوگی، اس طرح ایک اسلامی مملکت کی شناخت کی علامت اسلامی دستور ہے۔ اگر کسی اسلامی مملکت میں ''غیر اسلامی اقلیت'' موجود ہے تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان کو غیر مسلم کہنا جرم ہوگا۔

کوئی غیر مسلم صرف اسلامی مملکت میں رہنے سے تو مسلمان نہیں بنے گا۔ کافر کافر رہے گا اور مسلمان مسلمان۔ اگر کافر موجود ہے تو اس کو کافر کہنا پڑے گا۔ اگر کوئی شخص اسلامی قوانین میں سے بھی کسی قانون کا انکار کرے گا تو وہ یقیناً کافر اور غیر مسلم قرار دیا جائے گا۔ اسلام کا تعلق نہ تو جغرافیائی حد بندی سے ہے، نہ رنگ ونسل سے ہے، نہ وطن سے ہے، بلکہ دین محمدی کی ایک ایک بات کو ماننے اور بغیر ہیر پھیر کے اس پر ایمان لانے اور یقین کرنے سے ہے۔ اس یقین کے اقرار کرنے کے لئے عنوان ہے ''لاإله إلا الله محمد رسول الله''۔

امید ہے کہ اہل انصاف کے لئے یہ چند اشارات کافی ہوں گے، حق تعالیٰ صحیح فہم نصیب فرمائے۔ والله سبحانه ولي التوفيق والهداية وهو حسبنا ونعم الوكيل.

پاک و ہند میں علم حدیث

ایک مختصر جائزہ!

حضرت مولانا محمد انور بدخشانی
استاذ حدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

اگرچہ ہندوستان میں دین اسلام نے ساتویں صدی ہجری (۱) (قطب الدین ایبک کے دورِحکومت) میں قدم رکھا، لیکن اس کے باوجود جتنی تیزی سے دین اسلام اور خصوصاً علم حدیث کو یہاں ترقی وترویج ملی، شاید ہی (حرمین کے سوا) کسی اور ملک میں علم حدیث کو یہ ترقی وترویج نصیب ہوئی ہو۔

اس کے برعکس بخارا وسمرقند میں حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی علوم پہنچے، اور تقریباً تیرہویں صدی ہجری تک درس وتدریس کا سلسلہ وہاں جاری رہا، لیکن ۲۵۰ھ میں جب امام بخاریؒ کو بمع علم حدیث کے بخارا سے نکال دیا گیا تو اس کے بعد سے آج تک وہاں علم حدیث کا وہ مقام نہیں بن سکا جو اس کے شایانِ شان تھا۔ اصحابِ صحاحِ ستہ کے اسی علاقہ سے تعلق رکھنے کے باوجود آج تک وہاں کے اساطینِ علم نے شرح حدیث، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، اصول حدیث، سیرت وتاریخ پر کوئی کتاب نہیں لکھی، بلکہ وہاں کی دومعروف زبانوں (فارسی اور ازبکی) میں کسی عالم کو ایک آیت کا ترجمہ یا ایک حدیث کی تشریح کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ البتہ فقہ اور اصول فقہ میں جو ممتاز مقام ان علاقوں کے علماء کو حاصل ہے، وہ اوروں کو میسر نہیں۔

اس کے مقابلے میں برصغیر پاک وہند کو لیجئے، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے (بخاری النسل ہونے کے باوجود) سب سے پہلے ''مشکوٰۃ المصابیح'' کی عربی شرح لکھی، جس کا نام ''اللمعات'' رکھا اور اسی کے ساتھ ساتھ اس وقت کی مروجہ سرکاری زبان (فارسی) کی مناسبت

سے فارسی میں دوسری شرح لکھی، جس کا نام ''أشعة اللمعات'' رکھا۔

پھر ان کے صاحبزادے شیخ نورالحقؒ نے ''تیسیر القاری شرح صحیح البخاری'' کے نام سے بخاری کی فارسی میں شرح لکھی۔ اور ان کی اولاد میں چوتھی پشت کے پوتے شیخ الاسلامؒ نے بھی ایک شرح قلم بند کی جو مذکورہ شرح کے حاشیہ پر ہی مطبوع ہے، چنانچہ حدیث کی درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتألیف کا یہ سلسلہ بھی چل پڑا، یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے سفر حرمین سے واپسی کے بعد ''مؤطأ امام مالک'' کو ''أم الصحیحین'' قرار دے کر اس کی دو شرحیں لکھ ڈالیں، جن میں سے ایک شرح عربی میں ''المسوّیٰ من أحادیث المؤطا'' کے نام سے اور دوسری فارسی میں ''المصفیٰ من أحادیث الموطأ'' کے نام سے معروف ہے اور ان دونوں شروحات میں احادیث کو فقہی انداز سے مرتب کیا۔

اس کے بعد ''از ہر الہند'' دارالعلوم دیوبند کی باری آئی، اور اکابر دیوبند نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے دارالعلوم کی بنیاد رکھی، (یہ سایہ حقیقت میں رحمت الٰہی کا تھا) ان بزرگوں نے حدیث اور علوم حدیث سے لوگوں کی غفلت اور بے پروائی دیکھ کر سب سے زیادہ اہمیت اور توجہ علم حدیث کو دی، چنانچہ نصاب ومنہج درسی میں ان علوم حدیث کو اور اس امر کو مدنظر رکھا کہ حدیث نبوی کا سمجھنا آسان ہو جائے، یعنی علومِ مبادی حدیث (صرف، نحو، بلاغت، لغت، فقہ، اصول فقہ، کلام ومنطق) کو پہلے درجہ میں رکھا، تاکہ طالب علم کا ذہن اور اس کا تجربہ دونوں میں نکھار پیدا ہو جائے، اس کے بعد فراغت سے ایک سال قبل ''مشکوٰۃ شریف'' کو رکھا اور آخری سال میں صحاح ستہ کو رکھا۔ حدیث کو آخر میں رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہاں کے لوگ فقہ کے عادی اور اسی کی درس وتدریس سے زیادہ واقف تھے، اچانک ان کو حدیث کی طرف لانا آسان نہ تھا۔

یہیں سے علماء دیوبند نے حدیث کی خدمت شروع کر کے عربی اور اردو میں صحاح ستہ، مشکوٰۃ اور موطأ امام مالک کی سینکڑوں شروح اور حواشی لکھ ڈالے۔ یوں صرف علمائے ہند کی حدیثی تصانیف وشروح سے قلیل مدت میں ہی ایک مستقل کتب خانہ وجود میں آ گیا۔

حوالہ

۱- پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت از مولانا مناظر احسن گیلانی، ص: ۱۱۲۔

گناہوں کی اقسام اور توبہ کے فضائل وآداب

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی
رئیس تخصص علوم حدیث، جامعہ بنوری ٹاؤن

جرم وخطا قابل مؤاخذہ:

انسان فطری طور پر کمزور واقع ہوا ہے، اس میں بعض ایسی قوتیں (جیسے قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہویہ) ودیعت کی گئی ہیں کہ ان پر قابو پانا آسان نہیں، اس لئے اس سے خطا ہوتی رہتی ہے، وہ کبھی جان بوجھ کر جرم کر بیٹھتا ہے، کبھی انجانے میں اس سے گناہ ہو جاتا ہے، بھول چوک سے بھی لغزش ہو جاتی ہے۔ بہر حال خطا و جرم قابل مؤاخذہ ہے۔

گناہوں کی اصل:

غفلت، نسیان، بھول چوک، گمراہی اور بے راہ روی اس کی جڑ ہیں، شمس الدین ابن قیم الجوزیہ دمشقیؒ متوفی ۷۵۱ھ ''الجواب الکافی، صفحہ: ۳۳۱ پر رقمطراز ہیں:

> ''معاصی، شہوت وشبہات کے خلاف جہاد کے لئے حسب ذیل امور کی تکمیل ضروری ہے: ۱:...... دشمن کے مقابلے میں پامردی۔ ۲:...... دشمن کی نگرانی اور سرحدوں کی نگہبانی۔ ۳:...... قلوب اور اس کی سرحدوں کی حفاظت، تاکہ دشمن سرحدوں سے اندر نہ آسکے۔ سرحدیں یہ ہیں: ۱:...... آنکھ ۲:...... کان ۳:...... زبان ۴:...... پیٹ ۵:...... ہاتھ ۶:...... پاؤں''۔

یہی راستے ہیں جن سے دشمن اندر داخل ہونے کا راستہ پاتا ہے، لہٰذا ان سرحدوں کی حفاظت کرو، تاکہ دشمن داخل نہ ہو سکے۔ یہ صحابۂ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، جنہوں نے ان سرحدوں کی اچھی طرح حفاظت کی تھی، ان سرحدوں کی حفاظت ورع وتقوی سے کی جاتی ہے،

دعاؤں میں کثرت سے اس کا ذکر موجود ہے۔

گناہ ومعصیت کا ظاہری اثر:

گناہ ومعصیت کا ظاہری اثر یہ ہوتا ہے کہ گنہگار کو مدح وشرف کے بجائے مذمّت کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے، چنانچہ اسے مؤمن، صالح، محسن، متقی، مطیع، منیب (اللہ سے رجوع کرنے والا) ولی، عابد، خائف، اوّاب (اللہ سے لَو لگانے والا) وغیرہ الفاظ کے بجائے فاجر، عاصی، معاند (مخالفِ حق)، مفسد، خائن، زانی، لوطی، سارق (چور) قاتل، کذاب (دروغ گو) رشتہ توڑنے والا اور بے وفا کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے، جو اسے قہرِ الٰہی کی وجہ سے دوزخ میں جانے کا مستحق اور ذلت ورسوائی کی زندگی گزارنے والا بنادیتا ہے۔ اس کے برعکس متقی، رحمن کی رضا کا اور جنت میں داخلے کا مستحق ہوتا ہے۔

گناہوں کی اقسام:

گناہوں کا دائرہ نہایت وسیع ہے، تاہم محققین علماء نے بڑے بڑے گناہوں کی نشاندہی کی ہے، ان سے احتراز ہر حال میں لازم ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم الجوزیہؒ ''الجواب الکافی، صفحہ: ؟؟؟'' پر رقم طراز ہیں:

''گناہوں کی دو قسمیں ہیں: ۱...... کبائر (بڑے بڑے گناہ) ۲...... صغائر (چھوٹے چھوٹے گناہ)۔ ان معاصی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی فرمانبردار حاکم اپنے غلام وخادم کو کسی مہم پر دور بھیجے اور دوسرے کو حکم دے کہ گھر کا فلاں کام کرنا، پھر وہ دونوں اس کی سرتابی کریں تو ان پر اس کی ناراضگی برابر ہوگی، وہ دونوں ہی اس کی نظر سے گر جائیں گے''۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ''استخفاف المعاصی، صفحہ: ۵'' میں فرماتے ہیں:

''ہر گناہ (گو وہ صغیرہ ہو) اپنی حقیقت کے اعتبار سے عظیم ہے، کیونکہ گناہ کی حقیقت ہے حق تعالیٰ شانہ کی نافرمانی، اور نافرمانی خواہ چھوٹی ہو، بڑی ہے، باقی گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا تفاوت ایک امر اضافی ہے، ورنہ اصل حقیقت کے اعتبار سے سب گناہ بڑے ہی ہیں، کسی کو ہلکا نہ سمجھنا چاہئے، جیسے آسمانِ دنیا عرش سے چھوٹا ہے، مگر حقیقت میں کوئی چھوٹی چیز نہیں (ناپاکی، ناپاکی ہے، چاہے تھوڑی ہو، مگر حقیقت میں ناپاکی ہے)۔''

موصوف ''تذکیر الآخرۃ، صفحہ: ۲۵'' میں رقمطراز ہیں:

''گناہِ صغیرہ (چنگاری کی طرح ہے) چھوٹا سا گناہ بھی تمام نیکیوں کو برباد کرسکتا

ہے، جس طرح چھوٹی سی چنگاری سارے گھر کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے ۔''
تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ گناہوں کے درجات اور ان کی سزائیں مختلف ہیں ۔

کبائر کی تعریف:

وہ علماء جنہوں نے کبیرہ گناہوں کے عدد کی تعیین وتحدید نہیں کی، ان میں سے بعض علماء کہتے ہیں: قرآن میں جن گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، وہ کبیرہ ہیں اور جن گناہوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا وہ صغیرہ ہیں ۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ: جن گناہوں کی ممانعت یا جن پر لعنت وغضب کی وعید یا سزا آئی ہے وہ کبیرہ ہیں، ورنہ صغیرہ ہیں ۔

بعض علماء کا قول ہے: دنیا میں جن پر حد قائم ہو یا آخرت میں وعید آئی ہو وہ کبیرہ ہیں اور جن کے متعلق نہ وعید آئی اور نہ حد قائم ہوئی وہ صغیرہ ہیں ۔

بعض کا مختار یہ ہے کہ: جن گناہوں کے حرام ہونے پر شرائع متفق ہیں وہ کبائر ہیں، جنہیں کسی شریعت نے حرام قرار نہیں دیا وہ صغائر ہیں ۔

بعض علماء کا خیال ہے: جس گناہ کے کرنے والوں پر اللہ ورسول ﷺ نے لعنت بھیجی، وہ کبیرہ ہیں ۔

جن علماء نے گناہوں کی تقسیم کبائر وصغائر میں نہیں کی، وہ کہتے ہیں: تمام گناہ جن میں سرتابی و جرأت پائی گئی اور حکم الٰہی کی مخالفت پائی گئی وہ کبائر میں داخل ہیں ۔ جس نے ''امر اللہ''، حکم الٰہی سے سرتابی کی، محارم وحدود اللہ کو توڑا، وہ تمام گناہ کبیرہ ہیں، اور فساد میں برابر ہیں ۔

کبائر کی تعداد:

کبائر کی تعداد میں اختلاف ہے: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار بتاتے ہیں ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سات فرماتے ہیں ۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نو بیان کرتے ہیں، بعض علماء گیارہ اور بعض سترہ کے قائل ہیں ۔

گناہوں کی اقسامِ اربعہ:

گناہ (ذنوب) چار قسم کے ہیں:

۱...... ذنوبِ ملکیہ ۔ ۲...... ذنوبِ شیطانیہ ۔ ۳...... ذنوبِ سبعیہ ۔ ۴...... ذنوبِ بہیمیہ

ذنوبِ ملکیہ: صفات ربوبیہ کا انجام دینا، جیسے عظمت، کبریائی، جبروتِ قہر، علو کا اظہار کرنا اور خلق خدا کو بندہ بنانا ۔

ذنوبِ شیطانیہ: حسد، سرکشی، دغابازی، کینہ پروری، مکروفریب اور معاصی پر اکسانا اور اطاعتِ الٰہی وفرمانبرداریٔ خداوندی سے روکنا، اس کو کمتر سمجھنا، بدعت کی طرف لوگوں کو بلانا، اگرچہ اس کی خرابی پہلے سے کمتر ہے۔

ذنوبِ سبعیہ: عُدوان، سرکشی، غضب، خون بہانا، کمزوروں کو دبانا، ظلم و سرکشی پر جرأت کرنا۔

ذنوبِ بہیمیہ: پیٹ اور شرمگاہ کی خواہشات پوری کرنا جس سے زنا کا ارتکاب ہوتا ہے، چوری کرنا، یتیموں اور ناداروں کا مال کھانا، بخل وحرص، بزدلی، مصیبت کے وقت صبر نہ کرنا، وغیرہ ہیں۔

مکفرات کے درجاتِ ثلاثہ:

مکفرات (گناہوں کو مٹانے والے اعمال) کے تین درجے ہیں:

۱......بعض وہ اعمال ہیں جو اپنی کمزوری وناتوانی کی وجہ سے چھوٹے گناہوں کو بھی مٹانے کے لائق نہیں، چنانچہ بعض نیک اعمال اخلاص اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی بنا پر ضعیف دوا کی حیثیت رکھتے ہیں جو کمیت وکیفیت کے اعتبار سے بہت کم اثر کرتی ہے۔

۲......بعض وہ اعمال ہیں جو صغائر کے لئے کفارہ ہوجاتے ہیں، چھوٹے گناہ ان کی وجہ سے معاف ہوجاتے ہیں، لیکن وہ کبائر میں سے کسی گناہ کو نہیں مٹاتے۔

۳......وہ اعمال ہیں جو ایسی طاقت رکھتے ہیں کہ صغائر کو مٹاتے ہی ہیں، بعض کبائر کو بھی مٹادیتے ہیں۔

اسماعیل حقی بروسیؒ متوفی ۱۱۳۷ھ نے ''روح البیان فی تفسیر القرآن، ج:۲، ص:۲۸۶'' میں آیۂ شریفہ: ''کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰی......الخ'' کی تفسیر میں گناہوں کی تین قسمیں ذکر کی ہیں، چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

> ترجمہ:۔'' تم جان لو کہ گناہوں کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ گناہ ہے جو بیک وقت اللہ اور بندے دونوں کے حق سے تعلق رکھتا ہے، مثلاً زنا، لواطت اور غیبت وبہتان ہیں۔ آخری دوگناہ غیبت وبہتان کا تعلق آپ کے ساتھ اس وقت تک ہے جب تک ان گناہوں سے اسے خبر نہ لگے جس کی بدگوئی کی گئی ہے اور جس پر بہتان تراشی کی گئی ہے اور جب اسے خبر ہوگئی اور اس نے معاف کردیا تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ بھی معاف فرمادیں گے۔ اسی طرح اگر کسی کی بیوی سے زنا کیا، جب تک شوہر معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا

، اس لئے کہ یہ حق عورت پر شوہر کے منجملہ حقوق میں سے ایک حق ہے، لہٰذا شوہر سے معاف کرانے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کرنے کے بعد ہی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ شوہر سے معاف کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس فعل کو بعینہٖ ذکر نہ کرے، بلکہ یوں کہے کہ: تمہارا میرے ذمہ جو حق ہے، اس کو معاف کردیں، لہٰذا شوہر کا یہ کہنا کہ میں اپنے تمام حقوق سے جو تمہارے ذمہ ہیں معاف کرتا ہوں، کافی ہوگا، لہٰذا یہ معلوم شئ کی صلح مجہول شئ پر ہوئی۔ یہ امت محمدیہ کے لئے کرامۃً جائز ہے، ورنہ پچھلی تمام امتوں میں یہ ضروری تھا کہ گناہ معاف کراتے وقت اس گناہ کا ذکر کیا جائے جسے معاف کرانا تھا، پھر اللہ تعالیٰ کی معافی ہوتی تھی۔

دوسرا: وہ گناہ ہے جس کا بندہ سے تعلق اس حیثیت سے ہے کہ وہ اعمال اللہ تعالیٰ نے بندے پر فرض کئے ہیں، مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ اور حج ہے، کسی نے انہیں چھوڑ رکھا ہے، لہٰذا محض توبہ کرنا کافی نہیں ہے جب تک ان کی قضا نہ کی جائے، اس لئے کہ یہ گناہ ایسا گناہ ہے جس کی توبہ کی شرط یہ ہے کہ وہ چھوڑے ہوئے عملوں کی قضا کرے، ورنہ توبہ بے اثر رہے گی۔

تیسرا: وہ گناہ ہے کہ جس کا تعلق گناہ کرنے والے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی ہے، مثلاً کسی کا مال چھین لیا، غصب کرلیا، یا کسی کی ناحق پٹائی کی، یا کسی کو گالی دی، یا ناحق کسی کو مار ڈالا، لہٰذا صرف توبہ کرنا کافی نہیں، جب تک کہ جس کا مال لیا یا گالی دی وہ یا اولیاءِ مقتول معاف نہ کریں، یا پھر اعمالِ صالحہ میں اتنی کوشش کی جائے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان دونوں کی آپس میں صلح کرائیں، چنانچہ بندہ جب توبہ کرے اور اس کے ذمہ لوگوں کے حقوق بھی ہوں تو اسے چاہئے کہ ان کے حقوق ادا کرے، اگر لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے عاجز آجائے اور قاصر ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی مغفرت فرمائیں گے، چنانچہ قیامت کے دن اس خصم کو حکم دیں گے کہ اپنا سر اٹھاؤ، جونہی وہ سر اٹھائے گا بڑے بڑے محل اس کی نگاہ کے سامنے ہوں گے، جنہیں دیکھ کر یہ پوچھے گا: اے اللہ! یہ کس کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تم بھی اُنہیں لے سکتے ہو، ان کی قیمت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کو معاف کردو تو وہ کہے گا: اے اللہ! میں نے معاف کیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑو

اور جنت میں چلے جاؤ۔‘‘ (روح البیان فی تفسیر القرآن، ج:۲،ص:۲۸۶)

توبہ اور اس کی شرائط:

ہر مؤمن مکلّف پر گناہ سے توبہ کرنا فرض ولازم ہے اور اس میں تین باتیں ضروری ہیں:

۱...... گناہ پر ندامت وشرمساری اس حیثیت سے نہیں کہ اس کو بدنی یا مالی نقصان ہوا ہے، بلکہ اس حیثیت سے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی ہے۔

۲...... بلاتأخیر اور سُستی کے پہلی ممکنہ فرصت میں گناہ کو چھوڑنا۔

۳...... کبھی بھی اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ عزم اور ارادہ رکھنا اور اللہ نہ کرے پھر وہ گناہ ہو جائے تو ازسرِ نو اس عزم وارادہ کی تجدید کرنا۔

توبہ کے آداب:

ا:...... نہایت عاجزی وانکساری سے گناہ کا اعتراف واقرار کرنا۔۲:...... اس پر استغفار کرنا، اس غلطی وگناہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہایت عاجزی وتضرع سے معافی مانگنا۔۳:...... کثرت سے نیکیاں کر کے پچھلی بُرائیوں کو مِٹانا۔

توبہ کے مراتب:

۱...... کفّار کا کفر سے توبہ کرنا۔

۲...... نیکی وبرائی کرنے والوں کا کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا۔

۳...... سچے اور نیک لوگوں کا صغائر (چھوٹے گناہوں) سے توبہ کرنا۔

۴...... عبادت گزاروں کا کاہلی، کمزوری اور کوتاہی سے توبہ کرنا۔

۵...... سالک ورَہروانِ طریقت کا دلوں کے روگ اور کھوٹ سے توبہ کرنا۔

۶...... پارساؤں کا شبہات سے توبہ کرنا۔

۷...... اربابِ مشاہدہ کا غفلتوں سے توبہ کرنا۔

اسبابِ توبہ:

۱...... عذاب کا خوف۔۲......ثواب کی امید۔۳......حساب کے دن کی ندامت وشرمساری۔۴...... حبیب کی محبت۔۵...... ذاتِ باری تعالیٰ کا مراقبہ۔۶...... بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونے کا خیال۔ ۷...... انعامِ الٰہی کا شکر۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ گناہوں کو معاف کرانے کا ذریعہ توبہ ہے، اور توبہ

وہی قبول کی جاتی ہے جس میں آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم ہوتا ہے، قرآن حکیم کہتا ہے:

”إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَأُولٰئِكَ يَتُوْبُ اللهُ عَلَيْهِمْ. وَكَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَكِيْماً. وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئٰتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ. أُولٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَاباً أَلِيْماً.“ (سورۃ النساء:۱۷-۱۸)

ترجمہ:۔ ”اللہ نے توبہ قبول کرنے کی جو ذمہ داری لے لی ہے، وہ ان لوگوں کے لئے جو نادانی سے کوئی برائی کرڈالتے ہیں، پھر جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں، چنانچہ ان کی توبہ قبول کرلیتا ہے، اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا بھی ہے، حکمت والا بھی، توبہ کی قبولیت ان کیلئے نہیں جو بڑے گناہ کرتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت کا وقت آ کھڑا ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کر لی ہے، اور نہ ان کیلئے ہے جو کفر ہی کی حالت میں مرجاتے ہیں، ایسے لوگوں کیلئے تو ہم نے دُکھ دینے والا عذاب تیار کررکھا ہے۔“

معلوم ہوا جو سچے دل سے توبہ کرتا اور آئندہ ہمیشہ اصلاح کی غرض سے کبھی گناہ نہ کرنے کا پختہ وعدہ کرکے توبہ کرتا ہے، اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اپنی غلطی پر ندامت ہو تو توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ؎

این درگہِ ما درگہَ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کی اُمید پر گناہ کرتے رہنا درست نہیں، ایسی توبہ مقبول ہی نہیں، انسان جب تک زندہ رہے اپنے گذشتہ گناہوں پر اسے ندامت و پشیمانی ہوتی رہے اور وہ تلافیٔ مافات کے لئے بڑھ چڑھ کر نیک کام کرتا رہے۔ یہ بھی اس عالم میں ایک روحانی سزا ہے، اس سزا کے بغیر اس کا عدل قائم نہیں رہتا۔ ذرا غور فرمائیں! ساری عمر جسے اپنے بُرے کاموں کا رنج اور صدمہ رہے وہ بار بار توبہ کرتا رہے، کیا یہ سزا کم ہے؟ جب توبہ میں دوامی اصلاح کا عہد شامل ہے تو اعمال محدود نہ رہے، اس لئے کہ دوامی عہد کے معنی یہ ہیں کہ اگر تائب کو غیر محدود زندگی مل جائے تو بھی وہ اس عہد پر عمل کرنے کا پختہ ارادہ رکھتا ہے۔ قدرت کی طرف سے انسان کی فطرت میں ضعف ونسیان اس لئے ودیعت کیا گیا ہے کہ وہ اپنے مالک وخالق کے حضور میں توبہ کرتا رہے اور سربسجود ہوکر اس کی عبودیت کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگتا رہے۔

امام ابن تیمیہؒ کے نامور شاگرد علامہ ابن قیم الجوزیہؒ ۷۵۱ھ الجواب الکافی، ص:۱۲۱ میں رقمطراز ہیں:

ترجمہ: ”توبہ ایسی چیز ہے کہ توبہ کرنے کے بعد بندہ گناہ کرنے سے پہلے سے بھی

بہتر حالت میں آجاتا اور اس کا درجہ پہلے سے بھی بلند تر ہو جاتا ہے، حالانکہ خطا وگناہ نے اس کی ہمت پست کردی تھی، اس کا ارادہ کمزور اور اس کا قلب بیمار ہو گیا تھا۔ اگر توبہ نے اسے پہلی صحت کی طرف نہیں لوٹایا اور وہ اس درجہ کو نہیں پا سکا تو معلوم ہوتا ہے اس نے سچے دل سے توبہ نہیں کی۔ کبھی توبہ سے اخلاقی بیماری جاتی رہتی ہے، سابقہ صحتِ ایمانی لوٹ آتی ہے، وہ اچھے اعمال کرتا رہتا ہے تو بلند درجہ پالیتا ہے، جب میلان معصیت کی طرف بڑھ جائے تو وہ معصیت اصل ایمان پر اثر انداز ہو جاتی ہے، اور آدمی شک وشبہات اور نفاق کے دلدل میں پھنس جاتا ہے، یہ گناہوں کی طرف ایسا میلان ہے کہ جب تک وہ توبہ سے اپنے ایمان کی تجدید نہیں کرتا اس دلدل سے نہیں نکلتا۔''

مغفرت ومعافی کا نظام:

ایک مسلمان سے گناہ ہو جاتے ہیں، لیکن خوفِ خدا اور آخرت کی باز پرس اسے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی، وہ اپنے کیئے پر برابر پچھتاتا، پشیمان ہوتا، بارگاہِ الٰہی میں روتا، گڑگڑاتا، سچے دل سے معافی مانگتا، توبہ کرتا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے درگذر فرما کر جہنم کی سزا بھی معاف کر دیتا ہے۔

مغفرت ومعافی کے دس اسباب ہیں، جن کی نشاندہی علامہ ابن تیمیہؒ نے ''منہاج السُّنۃ'' میں کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''مطلق گناہ ہر مومن کے لئے جہنم کے عذاب کا باعث ہے، آخرت میں یہ عذاب حسبِ ذیل دس اسباب کی وجہ سے ختم کر دیا جاتا ہے:

پہلا سبب:

توبہ ہے، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ کفر، فسق، فجور، نافرمانی اور عصیان سب سے توبہ قبول کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

'' أَفَلاَ يَتُوْبُوْنَ إِلَى اللهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ''. (المائدة:۷۴)

ترجمہ: ''کیا پھر بھی یہ لوگ معافی کیلئے اللہ کی طرف رُجوع نہیں کریں گے، اور اس سے مغفرت نہیں مانگیں گے؟ حالانکہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے''۔

توبہ سے گناہ معاف ہی نہیں ہوتے، بلکہ اللہ کے یہاں مرتبہ بھی بلند ہوتا ہے، جب وہ کسی کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور وہ توبہ کرتا ہے تو ایسی توبہ کرتا ہے کہ وہ توبہ اسے بعض اوقات منتہائے

کمال کو پہنچا دیتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ توبہ کو پسند فرماتا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ". (البقرۃ:۲۲۲)

ترجمہ: بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طرف کثرت سے رجوع کریں، اور ان سے محبت کرتا ہے جو خوب پاک صاف رہیں۔

توبہ سے برائیاں اچھائیوں میں بدل دی جاتی ہیں۔ گناہ کے بعد بندہ توبہ کرتا ہے اسے شرمساری ہوتی ہے، وہ بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑاتا روتا دھوتا ہے۔ اس ندامت وفروتنی سے اسے وہ حاصل ہوتا ہے جو اسے پہلے حاصل نہ تھا۔ توبہ اللہ کے یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ نہ ہوتی تو وہ اکرمِ خلق کو آزمائش وابتلاء میں نہ ڈالتا، ایک حدیث میں آتا ہے:

"میرا ذکر کرنے والے میرے ہمنشیں ہیں، میرا شکر کرنے والے میری طرف سے زیادہ نعمت کے مستحق ہیں، میرے اطاعت شعار بندے میری عنایت وکرم کے مستحق ہیں، لیکن میں اہلِ معصیت اور گنہگاروں کو اپنی رحمت سے مایوس نہیں کرتا، اگر وہ توبہ کریں تو میں ان کا حبیب ہوں، اور وہ توبہ نہ کریں تو میں ان کا طبیب ہوں، انہیں مصائب میں ڈالتا ہوں، تاکہ انہیں برائیوں اور خرابیوں سے پاک وصاف کروں، توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے، خواہ جوان ہو یا بوڑھا۔"

دوسرا سبب:

استغفار کرنا ہے۔ استغفار کے معنی مغفرت وبخشش مانگنا، معافی مانگنا ہیں۔ یہ دعا وسوال کی جنس سے ہے، اور اکثر وبیشتر توبہ کے ساتھ آتا ہے، استغفار کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، لیکن انسان کبھی توبہ کرتا ہے اور دعا نہیں مانگتا اور کبھی دعا مانگتا ہے توبہ نہیں کرتا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ رب العزت سے نقل کرتے ہیں، یعنی حدیثِ قدسی ہے:

"کسی بندے نے کوئی گناہ کیا اور شرمسار ہوکر کہا: اے میرے رب! مجھ سے گناہ ہوگیا تو مجھے بخش دے، پھر اس کے رب نے فرشتوں سے مخاطب ہوکر کہا: کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اسے گناہ پر پکڑتا ہے؟ میں نے اپنے بندے کو معاف کیا۔ پھر وہ گناہ سے باز رہا جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر گناہ کر بیٹھا، اس نے پھر کہا: اے میرے رب! مجھ سے دوسرا گناہ ہوگیا تو مجھے معاف فرما، اللہ نے پھر پوچھا کہ میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اسے گناہ پر پکڑتا ہے؟ میں نے اس کی

وجہ سے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر وہ گناہ سے باز رہا جب تک اللہ کو منظور رہا ، پھر اس سے گناہ سرزد ہوگیا، پھر اس نے عرض کی: میرے رب مجھ سے پھر گناہ ہوگیا تو مجھ سے درگذر کر، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میرے بندے کو یقین ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ سے درگذر کرتا ہے اور اسے گناہ پر پکڑتا ہے؟ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، پس اسے چاہئے جو چاہے کرے۔''

توبہ تمام برائیوں اور گناہوں کو مٹادیتی ہے، اور توبہ کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو تمام گناہوں کو مٹادیتی ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

" إِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا". (سورۃالنساء:۱۱۶)

ترجمہ: ـ''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس سے کمتر ہر گناہ کی جس کیلئے چاہتا ہے بخشش کرتا ہے، اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے، وہ راہِ راست سے بھٹک کر بہت دُور جا گرتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ توبہ کے متعلق فرماتا ہے:

" قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً، إِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ". (الزمر:۵۳)

ترجمہ: ـ''کہہ دو کہ: ''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، یقین جانو! اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے، یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے''۔

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، اس کے آگے توبہ کرو

نوٹ: استغفار توبہ کے بغیر مغفرت کو لازم نہیں کرتا، لیکن وہ معافی وبخشش کا ایک سبب ضرور ہے۔

تیسرا سبب:

اعمالِ صالحہ (یعنی نیک اور اچھے کام) ہیں، چنانچہ قرآن کہتا ہے:

"إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ". (سورۃھود:۱۱۴)

ترجمہ: ـ''یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں، یہ ایک نصیحت ہے ان لوگوں کیلئے جو نصیحت مانیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

''اے معاذ! اللہ سے ڈرتے رہو جہاں کہیں بھی ہو، بُرائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو، نیکی بُرائی کو ختم کر دیتی ہے، اور لوگوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آؤ''۔

ایک اور موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

''تم نے دیکھا؟ تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور اس میں وہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہؓ نے جواب دیا: نہیں، فرمایا: اسی طرح پانچ وقت کی نمازیں گناہوں کو مٹا دیتی ہے جس طرح پانی میل کو مٹا دیتا ہے''۔

یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہنی چاہئے کہ ہر نیکی اور حسنہ ہر بُرائی اور سیئہ کو نہیں مٹاتی، بلکہ مقابلۃً کبھی وہ صغائر کو مٹاتی ہے اور کبھی کبائر کو مٹاتی ہے، گویا اخلاص کے اعتبار سے یہ فرقِ مراتب ملحوظ رکھا گیا ہے۔

چوتھا سبب:

مؤمنین کے لئے دعا کرنا ہے، مسلمانوں کی جنازہ کی نماز پڑھنا، اور اس میں مردہ و زندہ ہر ایک کے لئے مغفرت و بخشش کی دعا مانگنا، اسی طرح نماز جنازہ کے علاوہ بھی مؤمنین کا مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنا بخشش کا باعث ہے، چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلمانوں کے حق میں برابر مغفرت کی دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے۔

پانچواں سبب:

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا امتِ محمدیہ کی مغفرت کی دعا فرمانا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ان کے حق میں استغفار کیا ہے۔ اور وفات کے بعد قیامت کے دن مؤمنین کا آپ ﷺ کی شفاعت سے سرفراز ہونا ہے، ان میں وہ مخصوص لوگ بھی شامل ہیں جو آپ ﷺ کی دعا اور شفاعت سے زندگی اور موت سے سرفراز ہوتے ہیں۔

چھٹا سبب:

وہ نیک عمل ہے جو مرنے کے بعد مردہ کو تحفہ وہدیہ کے طور پر پہنچتا ہے، جیسے کسی کا کسی کی طرف سے صدقہ کرنا، حج کرنا، روزہ رکھنا، اس کا اجر وثواب مردہ کو پہنچتا ہے، اور اس سے اسے فائدہ ہوتا ہے۔

ساتواں سبب:

دنیوی مصائب ہیں: اللہ تعالیٰ دنیوی مصائب سے بھی گناہوں کا کفارہ کردیتے ہیں، جیسا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کو جو مصیبت وتکلیف، رنج وغم اور اذیت پہنچتی ہے، حتی کہ کانٹا بھی لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی خطائیں اور گناہ معاف کردیتا ہے۔ اس سلسلہ میں بکثرت روایات آئی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم خاص مصائب اور آزمائشوں سے گزرے ہیں اور عام مصائب سے بھی، چنانچہ فتن میں بہت سے قتل کئے گئے، اور جو زندہ رہے انہوں نے اپنے اہل وعیال، عزیز واقارب کو بھی قتل ہوتے دیکھا، اور وہ اپنے مال میں آزمائش سے گزرے، خود بھی زخم خوردہ رہے، حکمرانی اور عزت وغیرہ سے محروم کئے گئے، یہ تمام ایسے امور ہیں جو مسلمانوں کی سیئات کو مٹادیتے ہیں، پھر صحابہؓ کیوں اس سے محروم رہتے؟۔

آٹھواں سبب:

مؤمن کا اپنی قبر میں جھٹکے اور فرشتوں کے سوالات سے جو امتحان وآزمائش ہے، گزرنا بھی گناہوں کو مٹادیتا ہے اور مغفرت کا سبب بنتا ہے۔

نواں سبب:

آخرت میں قیامت کے دن کی ہولنا کی، بے چینی اور تکلیف کو برداشت کرنا ہے۔

دسواں سبب:

مؤمنین کا پُل صراط سے گزرنا، جنت ودوزخ کے پل پر ٹھہرنا، اور جہنم کے مناظر کو دیکھنا، اور اس سے تہذیب وتربیت پاکر جنت میں داخلہ کی اجازت وبشارت سے سرفراز ہونا ہے۔

نوٹ:

مذکورہ بالا اسبابِ عشرہ ان صورتوں میں ہیں جب گناہ محقق وثابت ہوں۔

ساتویں، آٹھویں، نویں اور دسویں سبب میں جو مختلف تکالیف پر گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، ان کا مقصد تطہیر ہے۔ ایک مسلمان کو اس کے گناہوں سے اس طرح پاک صاف کرنا ہے جس طرح دھوبی کپڑے کو میل کچیل سے پاک صاف کرتا اور داغ دھبے مٹاکر اسے قابلِ استعمال بناتا ہے۔ یہ سزا ایک مسلمان کو جنت میں داخل کرنے، اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے اور ہمیشہ آرام وراحت سے زندگی بسر کرنے کا اہل ومستحق بنانے کے لئے دیجاتی ہے۔

علامہ کوثریؒ کی حیاتِ طیبہ کے درخشاں پہلو!

جناب مسعود فرحان صاحب، لندن

حضرات اہلِ علم کے آپس میں لکھے گئے خطوط کافی اہمیت کے حامل ہوا کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کے یہ خطوط علمی مباحث اور علمی مذاکروں پر مبنی ہونے کی وجہ سے بہت ہی زیادہ مفید ہوتے ہیں، اسی طرح یہ نجی خطوط ان حالات اور ظروف کی وضاحت میں بھی بہت کارآمد ثابت ہوتے ہیں جو حالات ان کی بعض تالیفات کا سبب ہوا کرتے ہیں، اسی طرح یہ حالات اس باعث کی وضاحت میں بھی مفید ثابت ہوتے ہیں، جس کی بنا پر انہوں نے کسی نظریے، کسی شخص یا کسی خاص طبقے اور گروہ کے بارے میں مثبت یا منفی رویہ اختیار کیا ہوتا ہے۔ ان نجی خطوط کی یہ امتیازی خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کے ذریعے ان کے لکھنے والے اہل علم کی ذاتی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی واضح عکاسی ہوجاتی ہے، اس لئے کہ ان نجی خطوط کی صورت میں ان کی نجی زندگی جتنی زیادہ کھل کر سامنے آتی ہے، ان کی تحریر کردہ کتب کی صورت میں نہیں آسکتی ہے۔

نجی خطوط کی افادیت کے اسی پہلو کی بنا پر میری خوشی کی اس وقت انتہا نہ رہی جب میں نے شیخ محمد بن عبد اللہ آل رشیدؒ کے بارونق کتب خانہ میں ان خطوط کا مجموعہ دیکھا جو علامہ محمد زاہد کوثریؒ نے علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کو لکھے تھے، میں نے محمد آل رشید سے درخواست کی کہ وہ مجھے ان رسائل کی تحقیق اور پھر ان کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمادیں تو انہوں نے بخوشی یہ کرم نوازی فرمادی، اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔

میں ان خطوط کے حصول کے بعد مکمل طور پر ان کی تحقیق اور تعلیق میں مصروف ہوگیا، چنانچہ میرا طریقۂ کار یہ تھا کہ اول میں نے ان خطوط کو نقل کیا، ان میں مذکور شخصیات کا تعارف درج کیا، جن واقعات کا اجمالی تذکرہ نامکمل تھا، ان کو مکمل تحریر کیا اور جس قدر ممکن ہوسکا ان خطوط میں دیئے

جانے والے اشارات کو علامہ کوثریؒ کے تحریر کردہ دیگر آثارِ مبارکہ سے مربوط کرنے کی بھی کوشش کی اور ساتھ ساتھ کچھ خارجی فوائد اور مسائل بھی تعلیق کئے۔

ان رسائل کے مجموعے کے شروع میں ایک تمہید ذکر کی، جس کے ذریعے ان رسائل کا کچھ تعارف بھی ہوجائے اور ساتھ ساتھ علامہ بنوریؒ کا تذکرہ بھی کردیا جائے۔ علامہ کوثریؒ کی سوانح چونکہ اہل علم وتحقیق کے درمیان مشہور ومعروف ہے اور ان کی زندگی پر بہت سا مواد با آسانی دستیاب ہوسکتا ہے، اس لئے ان کی سوانح کا خاکہ پیش کرنے کی میں نے ضرورت محسوس نہیں کی۔ انہی خطوط کی روشنی میں میں نے امام کوثریؒ کی زندگی اور ان کے اخلاق کے بھی بہت سے پہلو اخذ کئے ہیں اور ان کو ذکر کیا ہے، تاکہ یہ تحقیقی رسالہ ''محمد زاہد الکوثریؒ'' کی شخصیت کے بارے میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں پیش کرسکوں۔

کچھ ان خطوط کے بارے میں

یہ ۴۵ خطوط کا مجموعہ ہے جو ۵ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ سے ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ تک لکھے گئے ہیں اور تمام خطوط علامہ کوثریؒ کے اپنے ہاتھ سے تحریر کردہ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان تمام رسائل کا مجموعہ ہے جن کا ان دونوں شخصیات کے درمیان تبادلہ ہوا اور اس میں کوئی خط ضائع نہیں ہوا ہے، اس بات کی واضح دلیل یہ ہے کہ یہ خطوط سلیس تحریر کئے گئے ہیں اور ہر پچھلے خط میں اسی پہلے خط کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو موجود ہے، کسی خط میں کسی غیر موجود خط کی طرف اشارہ نہیں ملتا، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سب خط بغیر کسی کمی کے محفوظ ہیں۔

تقریباً ہر خط آدھے صفحے یا زیادہ سے زیادہ دو صفحے پر مشتمل ہے، اسی طرح یہ خطوط مختلف موضوعات پر لکھے گئے ہیں۔ یہ خطوط علامہ بنوریؒ کے پاس ان کی وفات تک محفوظ رہے، ۱۴۰۶ھ میں ہمارے ہردلعزیز شیخ علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ جب شیخ محمد آل رشیدؒ کے ہمراہ پاکستان تشریف لے گئے تھے، تب انہوں نے ان رسائل کی ایک فوٹو کاپی علامہ بنوریؒ کے صاحبزادے سے حاصل کی تھی اور اسی فوٹو کاپی پر میں نے اپنی اس تحقیقی کاوش میں اعتماد کیا ہے۔

یہ خطوط علامہ کوثریؒ کی علمی اور شخصی زندگی کے بہت سے اہم پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں۔

یہ خطوط علامہ کوثریؒ کی ۱۳۵۸ھ سے ان کی وفات تک کی عملی زندگی کے دوسرے رخ کے ایک حصے کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان خطوط کا علامہ کوثریؒ کی دیگر تالیفات، مقالات اور مختلف کتابوں پر لکھے گئے ان کے مقدمات کے ساتھ بھی خصوصی تعلق ہے اور یہ خطوط ان کے لئے تکملہ کی سی اہمیت رکھتے ہیں، یہ تعلق صرف اس قدر نہیں ہے کہ علامہ کوثریؒ اور علامہ بنوریؒ کے درمیان کسی کتاب کے عنوان رکھنے کے بارے میں یا علمی اور طباعتی غلطیوں کی تصحیح کے بارے میں تبادلۂ خیال ہو، بلکہ ان خطوط

میں ان اسباب کی بھی نشاندہی ہے، جن کی بنا پر علامہ کوثریؒ نے کوئی کتاب تالیف فرمائی یا کسی معاملے کے بارے میں بحث اور مناظرہ کیا۔

اسی طرح ہمیں ان خطوط میں علامہ کوثریؒ پر لکھی جانے والی تنقیدی اور تردیدی بحث کے بارے میں بھی اُن کا اپنا ٹھیٹھ موقف سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص علامہ کوثریؒ اور ان کی عملی وعلمی جد وجہد پر مشتمل زندگی کے بارے میں کچھ لکھنا چاہتا ہے، وہ ان خطوط سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ ان خطوط کے سیاق وسباق میں علامہ کوثریؒ کی نجی زندگی کے متعدد پہلوؤں، ان کے علمی واخلاقی رویے اور ان کے اپنے بھائی بند علماء کے ساتھ رابطے اور تعلق کی خوب وضاحت ہوتی ہے۔

علامہ کوثریؒ کی زندگی کے ان قیمتی گوشوں کے بارے میں، ان خطوط سے میں نے چند باتیں اقتباس کی ہیں، جن کو ذیل میں درج کرتا ہوں، جو علامہ کوثریؒ کی حیات کے بارے میں پڑھنے والوں کے لئے مفید ہوں گی، ان باتوں کو میں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: پہلا حصہ علامہ کوثریؒ کی عملی زندگی کے متعلق ہے اور دوسرا حصہ ان کی صفات اور اخلاق کے متعلق ہے۔

علامہ کوثریؒ کی زندگی کے کچھ نقوش

علامہ موصوفؒ کی قاہرہ میں جائے سکونت:

علامہ موصوفؒ محلہ عباسیہ کے مکان نمبر: ۶۳ میں رہائش پذیر تھے اور حضرت بنوریؒ کو خطوط لکھنے کی ابتدا بھی اسی مکان سے ہوئی ہے، یہاں تک کہ جمادی الاولی ۱۳۶۸ھ میں جب نئے مالک مکان نے علامہ کوثریؒ کو مکان خالی کرنے کا کہا، جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس مکان کو گرانا چاہتا تھا، تب انہیں اس مکان کو خیر باد کہنا پڑا۔ اسی مہینہ کی چودہ تاریخ کو لکھے گئے خط میں علامہ کوثریؒ ہم کو اپنے اس مکان سے منتقل ہونے کا سبب یوں بتلاتے ہیں کہ:

> ''ہمارے مالک مکان نے اپنا مکان ایک دوسرے شخص کو بیچ دیا ہے اور یہ نیا مالک مکان اس مکان کو گرا کر وسیع اور کشادہ طرز پر بنانے کا خواہشمند ہے، تاکہ اس کے بعد زیادہ نفع حاصل کرسکے، اس وجہ سے اس نے ہمیں مکان خالی کرنے کا کہہ دیا ہے، حالانکہ اس وقت ہم کو مناسب مکان کرایہ پر لینے کی وسعت نہیں اور اس مختصر دورانیے میں مناسب مکان کی تلاش بھی خود ایک بہت تھکا دینے والا کام ہے، اس لئے کہ رہائشی مکانات کا شدید بحران ہے، اللہ تعالیٰ ہمارا معاملہ آسان فرمائے''۔ (خط نمبر: ۲۶)

اس مکان کے بعد اسی سال ۲۰/ ۲۱ کو نیا مکان علامہ موصوفؒ کو محلّہ عباسیہ میں مکان نمبر: ۱۰۴ مل گیا۔(خط نمبر:۲۹)

علامہ موصوفؒ اور امراض:

ان رسائل کی روشنی میں ان مختلف امراض کی نشاندہی کی جاسکی ہے، جو علامہ موصوفؒ کو لاحق ہوئے تھے، باوجود یکہ علامہ موصوفؒ اپنا مرض بتلانے یا اپنی صحت کی ناسازی بتلانے میں کافی محتاط تھے۔(یہ بات علامہ کوثریؒ کے علامہ بنوریؒ کے ساتھ تعلق کا پتہ دیتی ہے)اس بارے میں سب سے پہلی بات جوہمیں پتہ چلتی ہے، وہ یہ ہے کہ جب علامہ بنوریؒ نے علامہ کوثریؒ سے شرح معانی الآثار پر تحقیق وتعلیق کی درخواست کی تو علامہ کوثریؒ نے جواب میں یوں کہا کہ: ان کی صحت ان کو اس بڑے کام سے نمٹنے کی اجازت نہیں دیتی ہے اورانہوں نے''النکت الطریفة''بھی اس وجہ سے جلد از جلد مکمل کی ہے کہ وقت پھراس کی تکمیل میں ساتھ نہ دے، یہ بات ۵ شوال ۱۳۶۶ھ کی ہے۔(خط نمبر:۱۸)

یہ بات بھی ملتی ہے کہ علامہ موصوفؒ کا مرض بہت شدید ہوگیا تھا۔

۲۲/محرم ۱۳۶۷ھ کو لکھے گئے خط میں وہ ذکر کرتے ہیں کہ ان کو بہت سے امراض نے اس طرح گھیر لیا ہے کہ اب وہ مزید کوئی علمی خدمت انجام دینے سے قاصر ہوگئے ہیں۔(خط نمبر:۲۰)

اسی خط کے بعد جس میں انہوں نے اپنی گرتی ہوئی صحت کا تذکرہ کیا، ایک عرصہ تک ان کی خط وکتابت علامہ بنوریؒ سے منقطع رہی اور جب دوبارہ یہ سلسلہ شروع ہوا تو علامہ کوثریؒ نے اس تعطل پر اپنی صحت کی خرابی کا عذر کیا۔(خط نمبر:۲۲/۲۳)

۲۲/ربیع الاول ۱۳۶۸ھ کے خط میں علامہ کوثریؒ اپنی بینائی کی کمزوری کا ذکر کرتے ہیں، جس کی بنا پر انہیں اپنی مرضی کے مطالعہ میں کافی دقت کا سامنا تھا، اسی طرح ضعف کی وجہ سے وہ کتب کی طرف عمیق مراجعت اور تحقیق سے بھی عاجز ہوگئے تھے۔(خط نمبر:۲۴اور خط نمبر:۲۸)

۱۵/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ کو علامہ کوثریؒ علامہ بنوریؒ کی طرف ایک خط میں یہ عذر لکھتے ہیں کہ: خط کے جواب میں اس وجہ سے کوتاہی ہورہی ہے کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور لکھتے وقت بھی انتہائی تکلیف کے ساتھ بینائی کام دیتی ہے۔(خط نمبر: ۳۵) یہی عذر انہوں نے ۱۱/ذوالقعدہ ۱۳۷۰ھ میں لکھے ہوئے خط میں بھی فرمایا ہے۔(خط نمبر:۴۲)

۲۸/ذوالحجہ ۱۳۷۰ھ کو لکھے گئے خط میں علامہ کوثریؒ یہ وضاحت کرتے ہیں کہ: ان کی بینائی کی کمزوری اور گرتی ہوئی صحت نے دوسال سے انہیں سوائے جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں جانے کے اور کہیں نکلنے سے بھی روک رکھا ہے۔(خط نمبر: ۴۳) آخر کار بینائی کا مرض مزید بڑھا

اور آپریشن کی نوبت آ گئی۔

اپنی وفات سے تقریباً ایک مہینہ پہلے علامہ بنوریؒ کو لکھے گئے خط میں تحریر کرتے ہیں: امید کرتا ہوں کہ خط وکتابت کے سلسلے میں انقطاع پر آپ مجھے معذور سمجھیں گے۔ آپریشن کے بعد میری آنکھ میرا ساتھ نہیں دے رہی ہے کہ میں کچھ لکھ سکوں، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے وہ روشنی عطا فرمائی ہے جس کے ذریعے سے میں کم از کم راستہ چل سکتا ہوں، مجھے کچھ ایسے امراض بھی لاحق ہوئے ہیں جن کے بتانے کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا، البتہ چند احباب کی وجہ سے میں بتا دیا کرتا ہوں، اس لئے کہ اللہ رب العزت خوشی اور مصیبت دونوں حالت میں شکر وثنا کے لائق ہیں۔ میں آپ حضرات سے یہ امید رکھتا ہوں کہ میرے حسن خاتمہ کی دعا فرمائیں گے۔ تفسیر قرطبی کے بقیہ اجزاء ساتھیوں نے کل ختم کر لئے ہیں اور اس کا نسخہ آپ کی طرف ہدیۃً روانہ کیا جا چکا ہے، امید ہے کہ بلا جھجک قبول فرمائیں گے، جیسا کہ ہمارے احباب کی نوازش ہے۔ میری گرتی ہوئی صحت مجھے مسلسل آپ اور مولانا ابوالوفاء کے خطوط کا جواب دینے سے مانع رہی ہے۔ بہر حال ہر ابتداء کی انتہاء ضرور ہوتی ہے۔ میری روح آپ کے ساتھ ہے اور آپ حضرات کے لئے ہر خیر کی دعا گو ہے۔ فقط والسلام (خط نمبر: ۴۵)

علامہ کوثریؒ کی اہلیہ کی ناسازیٔ طبیعت:

انہی خطوط کی روشنی میں ہمیں علامہ کوثریؒ کی اہلیہ کی طبیعت کی ناسازی کے بارے میں بھی پتہ چلتا ہے اور اس کے باعث علامہ کوثریؒ کی پریشانی بھی معلوم ہوتی ہے۔ ۵/شوال ۱۳۶۶ھ کو لکھے گئے خط میں علامہ کوثریؒ بعض علمی خدمات سرانجام نہ دینے کا عذر کرتے ہوئے اس کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ ان کی اہلیہ ۳/سال سے بیمار ہیں۔ (خط نمبر: ۱۸)

ایسا لگتا ہے کہ اسی سال کے آخر میں ان کی صحت اچھی ہونا شروع ہوگئی تھی۔ ۲۱/ذوالحجہ کو لکھے گئے خط میں علامہ کوثریؒ لکھتے ہیں کہ اب ان کی اہلیہ گھر میں چلنے پھرنے کے قابل ہوگئی ہیں۔

علامہ کوثریؒ کے خصائص طیبہ:

انہی خطوط میں علامہؒ کی شخصی اور اخلاقی صفات بھی نمایاں ہوتی ہیں۔

خودداری اور عزت نفس:

علامہ کوثریؒ کی زندگی ایک اہلِ علم کے لئے مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ باوجود اس کے کہ مصر میں ان کی معاشی حالت تپلی تھی، لیکن وہ سفید پوشی اور عزت نفس کے ساتھ رہا کرتے تھے، ان خطوط میں اس کے بعض مظاہر ملتے ہیں۔ جب بعض صاحب ثروت علماء ہند نے علامہؒ کے لئے خرچے وغیرہ

کا بندوبست کر کے بھیجنا چاہا تو علامہؒ نے ان کی یہ پیشکش رد کر دی اور اس طرح تحریر فرمایا کہ: خدا کا شکر ہے کہ معاش کے اعتبار سے آسانی ہی آسانی ہے اور اللہ کے فضل سے کسی اضافی خرچے کی کوئی حاجت نہیں۔ مجھے امید ہے کہ جو احباب اس سلسلے میں کچھ خرچہ بھیجنا چاہ رہے ہیں، وہ اپنے اس ارادے کو چھوڑ دیں گے، میں ان تمام احباب کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ وہ مجھ سے اس طرح محبت رکھتے ہیں۔ اس خط کے پہنچنے سے جو کچھ پیسے آپ حضرات کی طرف سے مجھے آئے ہیں، وہ میں نے اپنی ضروریات میں خرچ کر لئے ہیں اور آپ حضرات کے لئے اس پر کار خیر کی دعا کرتا ہوں۔

باوجود اس کے کہ علامہؒ اس قدر معاشی تنگی میں تھے کہ خرچے کے بندوبست کے لئے اپنی ذاتی کتب فروخت کیا کرتے تھے، لیکن عزتِ نفس کا یہ حال تھا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

علامہ موصوفؒ نے حاجی محمد موسیٰ میاںؒ سے ''نصب الرایہ'' کے چار نسخے اس عوض کے مقابلے میں منگوائے کہ ان کے بدلے علامہؒ انہیں اس کی قیمت کے بقدر اپنی کتب روانہ کریں گے، لیکن جب حاجی موسیٰ میاںؒ نے وہ کتب بطور ہدیہ ان کو روانہ کیں تو علامہ کوثریؒ نے ہندوستان کی مجلس علمی کے لئے جس کی سرپرستی میاں صاحبؒ کرتے تھے ''النکت الطریفة'' کے پچاس نسخے بطور ہدیہ ارسال فرمائے۔

اسی طرح جب حضرت بنوریؒ نے ان کو ''نصب الرایۃ'' کا ایک نسخہ بطور ہدیہ ارسال کیا تو اس کے بدلے علامہ کوثریؒ نے ان کو تفسیر قرطبی کا ایک نسخہ جس کی قیمت اس وقت ۱۵ جنیہ تھی، روانہ کی جو اس زمانے کے اعتبار سے ایک بڑی رقم تھی۔

علامہ کوثریؒ نے علامہ بنوریؒ کے ساتھ یہ معاہدہ طے کیا تھا کہ وہ آپس میں کتب کا بطور عوض تبادلہ کیا کریں گے، جب حضرت علامہ کوثریؒ علامہ بنوریؒ سے کچھ کتب منگواتے تو اس کے عوض اسی کی قیمت کے بقدر اپنی طرف سے کتب روانہ کرتے تھے، اس لئے کہ اس زمانے میں پیسوں کی منتقلی اتنی آسان نہیں تھی۔

ایک مرتبہ علامہ کوثریؒ نے حضرت بنوریؒ سے کچھ کتابیں منگوائیں تو علامہ بنوریؒ نے اس کے عوض ان کی تالیفی یا تحقیقی کتب کا مطالبہ کیا۔ یہ علامہ کوثریؒ کے لئے نفع بخش اور آسان سودا تھا، کیونکہ اس صورت میں علامہ کوثریؒ کو کچھ مال حاصل ہوتا، اس لئے کہ ان کو اپنی تالیفات بغیر کسی عوض میں دستیاب تھیں، برخلاف دیگر کتب کے کہ وہ انہیں خریدنا پڑتیں (یعنی یہ بات نہ تھی کہ ان کو کوئی زیادہ نفع ہوتا، میرے خیال میں یہ بات علامہ کوثریؒ کی کرم نوازی کو زیادہ واضح کرتی ہے)۔ لیکن علامہ کوثریؒ نے حضرت بنوریؒ کے اس مطالبہ کو بھی رد کر دیا اور ان سے فرمایا کہ ایسی کتب منگوائیں جو علامہ کوثریؒ کی تالیف و تحقیق میں سے نہ ہوں، اس لئے کہ اپنی تالیفات وہ از خود بطور ہدیہ ارسال کر دیں گے۔

علامہ کوثریؒ کا صبر واستقلال:

اس صفت کا بہترین اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے امراض کا اظہار ترک کررکھا تھا، اس کے نمونے گذشتہ تحریر میں گذرے ہیں۔

تواضع اور عاجزی:

باوجودیکہ علامہ کوثریؒ کو پورے عالم اسلام میں ایک نمایاں عزت ومرتبت حاصل تھی اور طلباء وعوام سے بڑھ کر خود اہل علم کے لئے مرجع ومأخذ تھے، لیکن آپ کی تواضع اور عاجزی بھی اس سے بڑھ کر تھی، چنانچہ حضرت بنوریؒ نے جب ان کے حق میں کچھ تعریفی کلمات کہے تو علامہ کوثریؒ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ: اس عاجز کے بارے میں آپ کے بلند وبالا تعریفی کلمات اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ عاجز کی جملہ تقصیرات سے چشم پوشی کرتے ہیں، جیسا کہ ایک رضامند شخص کی نظر ہوتی ہے، میرے اقدام سے آپ کی رضامندی کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں اور خداوندکریم سے دعا گوہوں کہ ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکنے سے بچالے، ہمیشہ سیدھی راہ پر چلائے رکھے اور علوم دینیہ کے بارے میں ہمارے ذریعے امت مسلمہ کو متفق فرماکر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

علامہؒ اپنی مدح سرائی سے بہت شرمندہ ہوا کرتے تھے، خصوصاً حضرتؒ کا یوں فرمانا قابل توجہ ہے: ''آپ حضرات مجھے ایسی صفات سے متصف کرکے جن سے میں بہت دور ہوں، شرمندہ کرتے ہیں، میری خدمات تو بہت معمولی سی ہیں، اللہ تعالیٰ میری تقصیرات سے درگذر فرماکر ان کے ثواب کو دوگنا فرمادیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے''۔

اسی طرح حضرت بنوریؒ کو ہی ایک مرتبہ لکھتے ہیں:

''محترم استاذ! آنجناب جو مجھے مختلف القاب سے نوازتے ہیں، یہ آپ کی مجھ سے اس محبت کی بناپر ہے جس کی وجہ سے میرے عیوب آپ پر چھپے رہتے ہیں، میں آپ کی اس محبت پر آپ کا شکرگذار ہوں، لیکن یہ امید بھی کرتا ہوں کہ آئندہ آپ مجھے ان القاب کے ساتھ جن کا میں مستحق نہیں ہوں، ذکر نہ کریں گے''۔

بلکہ جب حضرت بنوریؒ نے علامہ کوثریؒ کو ''امام'' کے خطاب سے مخاطب کیا تو اس پر شدید غصہ ہوکر یوں تحریر کرتے ہیں: ''میرے قابل احترام اور عزیز بھائی! میں دوبارہ آپ سے امید کرتا ہوں کہ آئندہ آپ مجھے امامت کے لقب سے یاد نہیں فرمائیں گے اور اسی طرح ان اوصاف اور القاب سے بھی میرا تذکرہ نہ کریں گے جن سے میں کوسوں دور ہوں، اس لئے کہ میں ان کی وجہ سے بہت سبکی اور شرمندگی محسوس کرتا ہوں''۔

اسی طرح انہوں نے اپنے ہاتھ چومنے کے مطالبے کو بھی شدت سے رد کر دیا اور کہا کہ: مولانا! آپ میرے ہاتھ چوم کر مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہیں، یہ تو آپ کی انتہائی تواضع ہے، آپ تو ہمارے لئے دنیا و آخرت میں ذخیرہ اور ہمارے لئے قابل فخر ہیں، اللہ آپ کی قدر اور بھی بڑھائے اور ہر وہ نیک کام جس کا آپ ارادہ رکھتے ہیں، آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح حضرت بنوریؒ نے جب خطیبؒ کے رد میں لکھی گئی کتاب کا نام رکھنے کی فرمائش کی تو علامہ کوثریؒ نے اس کی فرمائش ٹھکرا دی، اس لئے کہ اس میں حضرت علامہ کوثریؒ کی کچھ مدح سرائی کا پہلو بھی نکلتا تھا، اسی طرح علامہ کوثریؒ نے بعض کتب کی تحقیق سے بھی اس وجہ سے معذرت کی کہ وہ ان کے مؤلفین پر اعتراض کرنے کو برا سمجھتے تھے۔

سخاوت:

علامہ کوثریؒ کی تنگدستی کے باوجود ان خطوط میں ہمیں ایک ذی شان عالم کی سخاوت کے پہلو معلوم ہوتے ہیں، ان کا ایک قصہ ابھی گذرا کہ انہوں نے ''نصب الرایۃ'' کے چار نسخوں کے بدلے اپنی کتاب ''**النکت الطریفة**'' کے ۵۰ نسخے ارسال فرمائے، اسی طرح آخری حیات میں جسمانی اور مالی دونوں حالات کی خرابی کے باوجود ۵ اجنیہ کا تفسیر قرطبی کا نسخہ ارسال فرمایا جو کہ ایک بھاری قیمت تھی اور جس کی قدرت علامہ کوثریؒ کو بڑی مشقت کے بعد ہوئی ہوگی۔

علم سے محبت اور شغف:

علامہ کوثریؒ نے اپنی زندگی علم کی خدمت، کتب کی تحقیق وتفتیش اور علمی مسائل کی تحریر کے لئے وقف کر دی تھی، ان خطوط میں ان کے علمی شغف کے نمونے بھی ملتے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

علمی خبروں کے جاننے کا اہتمام:

آپؒ کو علمی خبروں کی تفتیش کا خوب شغف تھا، جیسا کہ آپؒ کو علامہ بنوریؒ کی ''سنن ترمذی'' پر تحریر کردہ شرح وغیرہ کے متعلق جستجو رہا کرتی تھی، جیسا کہ لکھتے ہیں:

''میری بہت خواہش تھی کہ آپ اپنے آخری خط میں مجھے '**العرف الشذی علی جامع الترمذی**'' پر جو آپ نظر ثانی فرمارہے تھے، وہ سلسلہ کہاں تک پہنچا؟ اور سنن نسائی کی تدریس کہاں تک پہنچی؟ اس طرح کی علمی خبریں مجھے بتلایئے''۔

اسی طرح لکھتے ہیں:

''مجھے کتنی خواہش ہے کہ میں سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی پر آپ کی لکھی گئی بیش قدر تحریرات دیکھ سکوں، میں بیان نہیں کرسکتا، تاکہ مجھے آپ کے بھرپور علم سے فائدہ ہو اور اس کے

ذریعے میں خوب علمی لذت حاصل کرسکوں''۔

اسی طرح لکھتے ہیں:

''مجھے آپ کے پُر لطف علمی چٹکلے بہت پسند ہیں اور ان کے سننے سے میرے علمی شوق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے''۔

وفات سے کچھ عرصہ قبل جب علامہ کوثریؒ پر امراض کی کثرت تھی، علامہ بنوریؒ کو لکھتے ہیں:

''مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ آپ گاہے گاہے اپنی علمی خبروں کے بارے میں مجھ کو ضرور بتلائیں، تاکہ میں منشرح الصدر رہوں، ساتھ ساتھ اگر میں جواب نہ دے سکوں تو مجھے معذور سمجھ کر میرا مؤاخذہ نہ کیجئے گا''۔

اسی طرح ان کو اس بات سے بھی بہت خوشی ہوتی جب وہ کسی علمی کام کے بارے میں اطلاع پاتے، جیسا کہ سنن ترمذی کی شرح''**العرف الشذی**'' پر علامہ بنوریؒ کے کام کا سن کر خوش ہوتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مجھے آپ کے''**العرف الشذی**''پر کام کرنے کا سن کر بہت خوشی ہوئی''۔اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہؒ کی طباعت کا سن کر حضرت بنوریؒ کو لکھا:''مصنف ابن ابی شیبہؒ کا طباعت کے لئے تیار ہو جانا علم کے لئے ایک بڑی فتح ہے''۔

جیسا کہ''**مختصر الطحاوی**'' کی طباعت کے مراحل کے لئے تیار ہونے پر علامہ کوثریؒ نے اپنی خوشی کا تذکرہ کیا ہے۔

کتب پا کر خوشی:

علامہ کوثریؒ حضرت بنوریؒ کو لکھتے ہیں:''آپ کا قیمتی تحفہ مجھے ملا، جس پر میں آپ کا ہمہ تن خوب شکر گذار ہوں''۔ وہ ہدیہ جس کی بناء پر حضرت کوثریؒ علامہ بنوریؒ کے اس طرح شکر گذار ہو رہے ہیں، وہ کوئی مال یا متاع نہیں، بلکہ امام بخاریؒ کی تحریر کردہ کتاب''**التاریخ الکبیر**'' کی دوسری جلد ہے۔

علاج کے خرچ کے باوجود علم کی نشر و اشاعت کا شوق:

اس کی ایک مثال وہ خط ہے جو علامہ بنوریؒ کو انہوں نے خط کے جواب میں تاخیر کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اپنے چند علمی کاموں کو پورا کرنے میں مصروف تھے، جو یہ تھے:''**العالم والمتعلم**،**رسالة أبی حنیفة إلی البتی** ''اور''**الفقه الابسط** '' کی طباعت کا کام اور''**الحاوی فی سیرة الإمام الطحاوی** '' کی طباعت کا کام بھی درپیش تھا، اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جس قدر ممکن

ہو سکا، میں ان سب کاموں سے فارغ ہوا ہوں، ساتھ ہی میں نے ''الحاوی'' اور ''مجموعة الرسائل لأبی حنیفةؒ'' کا ایک ایک نسخہ ہوائی ڈاک سے بھیج چکا ہوں، تاکہ جلد پہنچ جائے اور جواب میں تاخیر کا کچھ مداوا ہو جائے۔ یہ کام بھی کچھ جلدی ہی کیا ہے، تاکہ میری صحت یا بینائی کو کوئی ایسا حادثہ نہ پیش آجائے کہ پھر یہ کام نامکمل ہی رہ جائیں۔ اس توفیق پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار رہوں، یہ عاجز کی جدوجہد ہے، کوتاہی پر معافی کا خواستگار ہوں۔

اسی طرح یوں لکھتے ہیں:

''چند رسائل کا مسلسل نشر ہونا شاید آپ میری چستی اور قوتِ عمل کا نتیجہ سمجھیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان میں کچھ اس طرح جلدی کی گئی ہے، تاکہ یہ کام ناتمام نہ رہ جائیں''۔

علمی دقیقہ سنجی اور علمی تحقیق کی گہرائی:

یہ دونوں وہ صفتیں ہیں جن کے بارے میں علامہ کوثریؒ کی شخصیت کسی مزید تعارف کی محتاج نہیں، اس بات کا واضح شاہد علامہ کوثریؒ کا وہ اہتمام تھا جو اپنی تالیفات وتحقیقات کی علمی یا طباعتی غلطیوں کی تنبیہ کے سلسلے میں وہ فرمایا کرتے تھے۔ (خط نمبر: ۸/۱۴/۱۶/۳۷/۳۸) جب علامہ کوثریؒ نے محمد اسماعیل دہلویؒ کی کتاب ''العقبات'' پر نقد فرمائی تو علامہ بنوریؒ کو یہ گمان ہوا کہ اس سلسلے میں شاید انہوں نے صاحب ''فتح الملهم'' کے پیش کردہ تبصرے پر اعتماد کیا ہے تو علامہ کوثریؒ نے جواب میں لکھا کہ ''العقبات'' تو میں زمانہ سے مطالعہ کر رہا ہوں، اس لئے کہ وہ ''دار الكتب المصرية'' میں موجود ہے، مجھے ''فتح الملهم'' کے ذریعے اس کا پتہ تھوڑا ہی چلا ہے (بلکہ میں تو اس بات پر عمل پیرا ہوں جو) زمانہ قدیم سے علماء کہتے رہے ہیں کہ کسی فیصلے اور حدیث کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے تساہل سے کام لینا درست نہیں۔ (خط نمبر: ۲۶)

حصولِ کتب کا انتہائی شوق:

علامہ کوثریؒ نے علامہ بنوریؒ سے سوائے کتب کے اور کسی چیز کا مطالبہ کبھی نہیں کیا جو کتب حضرت بنوریؒ سے طلب کیں، وہ یہ ہیں:

۱......رد ابن أبی شيبةؒ علی أبی حنيفةؒ۔

۲......فتح المهلم (مؤلفہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

۳......التصريح بما تواتر فی نزول المسيح (مؤلفہ علامہ کشمیریؒ)

۴......نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق علامہ کشمیریؒ کی دیگر کتب۔

۵......العقبات (مؤلفہ محمد اسماعیل دہلویؒ)۔

۶......**إعلاء السنن** (مؤلفہ علامہ ظفر احمد تھانویؒ)۔

۷......تاریخ بخاری کی دوسری جلد۔

اسی طرح حضرت بنوریؒ سے حیدر آباد سے شائع شدہ مطبوعات کے بارے میں بتلانے کو بھی کہا تھا۔

علامہ کوثریؒ اور ہم عصر اہل علم:

انہی خطوط میں علامہ کوثریؒ کی اخلاقی کیفیت کا بھی کچھ حصہ سامنے آتا ہے کہ ان کے معاصرین علماء سے تعلقات کس نوعیت کے تھے: ملاحظہ کیجئے!

ان سے اظہار محبت اور ملاقات کا اشتیاق۔

دیکھئے حضرت بنوریؒ کو لکھتے ہیں:

''اللہ ہی جانتا ہے کہ مجھے آپ سے ملاقات کا کس قدر شوق ہے اور ترمذی پر آپ کی لکھی ہوئی شرح اور دیگر تالیفات اگر پڑھ سکوں تو کس قدر لذت حاصل کر سکوں گا''۔ مختلف خطوط اس مضمون سے پُر ہیں۔

اُن کے لئے دعا اور اُن سے دعا کی درخواست:

علامہ کوثریؒ کا کوئی خط ایسا نہیں جس میں انہوں نے حضرت بنوریؒ اور دیگر علماء کے لئے دعا نہ کی ہو اور ان سے دعا کی درخواست نہ کی ہو، ان دونوں باتوں کا خلاصہ اس جملے میں ملاحظہ کیجئے:

''مجھے امید ہے کہ آپ ہمارے حق میں درست راہ یابی اور توفیق کی دعا فرمائیں گے اور میں بھی آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے لئے دعا کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا، ان شاء اللہ!۔

ان کی صحت یابی کی فکر:

کئی خطوط میں علامہ کوثریؒ، حضرت بنوریؒ کو اپنی صحت کا خیال رکھنے کی نصیحت کرتے ہیں اور یہ نصیحت کرتے ہیں کہ ''علم'' کی خدمت میں ایسا ہی نہ کیجئے کہ جان سے ہاتھ دھونا پڑ جائیں''۔

ایک تحریر ملاحظہ کیجئے:

''مجھے آپ کی بیماری کا سن کر بہت تکلیف ہوئی، اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپ کو ایسی شفا عطا فرمائیں جو بیماری کو بالکل ختم کر چھوڑے۔ ہمیں تو آپ سے دینی خدمت کی کئی امیدیں وابستہ ہیں اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ امیدیں بر لائیں گے، مجھے آپ کی علمی خدمات کا سن کر خوشی ہوئی ہے، لیکن ساتھ اس بات پر افسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپ پر جو نفس کا حق ہے، اس

سے جان بوجھ کر غفلت برتتے ہیں اور آنجناب بیک وقت شرح ترمذی اور شرح سنن نسائی پر کام کر کے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتے ہیں، جس کی بناء پر بعض اوقات آپ کی صحت گر جاتی ہے''۔

اسی طرح ایک بار لکھتے ہیں: ''میں دوبارہ آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اپنے آپ کو خواہ مخواہ تکلیف میں نہ ڈالیں، اس لئے کہ علم دین کو آپ کی مسلسل قیمتی محنت کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل صحت اور مکمل عافیت مرحمت فرما کر علم اور دین کی خدمت کا موقع عطا فرمائے''۔

ایک اور جگہ یوں وصیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میرے معزز ومکرم بھائی کو میری یہ وصیت ہے کہ علم کی خدمت میں اپنے آپ کو حد سے زیادہ مشقت میں مبتلا نہ کریں، بلا توقف مسلسل عمل کرتے رہنا ہی حکمت کے موافق ہے، جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہوگا، آپ کی قیمتی صحت کے بارے میں فکر مندی نے مجھے مجبور کیا کہ آپ کو ایسی نصیحت کروں جو پہلے سے آپ کو معلوم ہے''۔

ان کے ساتھ عجز وانکساری کا برتاؤ:

اہل علم کے ساتھ علامہ کوثریؒ کا رویہ بہت زیادہ متواضعانہ تھا، اس تواضع کے لئے میں ایک ہی مثال پر اکتفا کرتا ہوں، لکھتے ہیں:

''میں مولانا حکیم الامت کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں اور ان کی مبارک دعاؤں اور مقدس توجہات کا منتظر ہوں اور ساتھ یہ امید رکھتا ہوں کہ ان کی اکسیر حیات نظر میں سے حصہ پاؤں''۔

ان کو علم کے ساتھ مشغولیت کی ترغیب دینا:

دیکھئے حضرت بنوریؒ کو لکھتے ہیں:

''امید کرتا ہوں کہ آپ تکلیف، پریشانی اور مرغوبات کے حصول میں تاخیر کے باوصف اپنے عزم وارادے کو بلند رکھیں گے، اس لئے کہ توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے''۔

ان کے حالات کے بارے میں معلومات کا اہتمام کرنا:

علامہ کوثریؒ کو دیگر اہل علم کی صحت اور ان کی علمی سرگرمیوں کی معلومات کا بڑا اہتمام تھا اور اس بارے میں خصوصی طور پر پوچھا کرتے تھے، شدید بیماری کی حالت میں بھی اپنے اہل علم بھائیوں کو نہیں بھولے اور وفات سے ایک مہینہ قبل لکھتے ہیں:

''مجھے محترم بھائی مولانا ابوالوفاء کی طرف سے بڑی پریشانی تھی، اس لئے کہ عرصہ ہوا ان کے خطوط نہیں پہنچ رہے ہیں، امید ہے کہ ان کے احوال سے مطلع فرمائیں گے، اسی طرح احمد رضا بجنوریؒ کا بھی کچھ پتہ نہیں چل رہا، ان کی صحت اور عافیت کے بارے میں بھی امید ہے کہ آپ ضرور بتلائیں گے۔ امید ہے کہ میاں صاحب کے معزز اہل وعیال خیر وعافیت سے ہوں گے اور وہ اپنی

مسلسل علمی سرگرمیوں میں مصروف ہوں گے''۔

ان کی حاجت برآری کی کوشش:

اس کا ایک نمونہ علامہ کوثریؒ کا حضرت بنوریؒ کو اس بات کا بتلانا ہے کہ مصر میں جس وکیل کے ذریعے وہ معاملات سرانجام دیتے تھے، ان کے معاملات میں شک وشبہ ہونے کو بتلانا ہے۔

ان کو قیمتی نصائح کرنا:

جیسا کہ کئی خطوط میں علامہ کوثریؒ نے حضرت بنوریؒ کو تعلیم وتعلم اور تزکیہ وتصوف وغیرہ سے متعلقہ امور میں کئی قیمتی نصائح تحریر فرمائیں۔ ان میں سب سے بڑی نصیحت وہ تھی جو علامہ کوثریؒ نے حضرت بنوریؒ کو ان الفاظ کے ساتھ فرمائی:

''مجھے امید ہے کہ آپ اپنے نانا (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے اس فرمان گرامی کی بھرپور رعایت کریں گے کہ: فتنہ کے زمانے میں ابن لبون اور ثنیٰ کے مانند ہو جاؤ، جو نہ دودھ دے سکتی ہے اور نہ سواری کے کام آسکتی ہے۔ اسی طرح اب حتی الامکان خطرناک اجتماعی مسائل کے سلسلے میں تیز وتند مناقشہ اور مباحثہ سے حتی الوسع دور رہیں گے، ساتھ ساتھ حکمت وبصیرت کے ساتھ امت مسلمہ کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کی کوشش فرمائیں گے، چنانچہ کوڑے کے جواب کو کوڑے سے اور بات کے جواب کو بات کے ساتھ نرمی کے ساتھ ملادیں گے، خاص طور پر آج کے زمانے میں یہی روش مناسب ہے۔ دوسرے اس بات کی بھی امید ہے کہ ہم ذوقی علوم تصوف کے بارے میں مناظرہ نہیں کریں گے، ایسا نہ ہو کہ حقیقی علوم کے ساتھ ٹکراؤ کی کوئی کیفیت پیدا ہو جائے۔ لامذہبی طبقہ اپنی سعی بد میں مسلسل مصروف ہے، جس کے ذریعے وہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے، اگرچہ فروعی مسائل میں تو اس طرح کی کچھ نرمی مضر نہیں ہے، لیکن عقیدے کے مسائل میں اس طرح نرمی نہیں برتی جاسکتی ہے، یہ لوگ تو واضح تجسیم میں پڑے ہوئے ہیں، چنانچہ ہمیں چاہئے کہ ہم ان کی واضح بات کے نتیجے کو ان کے سامنے رکھ کر ان کو جواب پر مجبور کریں، تاکہ ہم انہیں ہدایت اور درست راہ کی طرف کھینچ لائیں''۔ (خط نمبر: ۱۸)

بہرحال! یہ علامہ کوثریؒ کی حیات طیبہ کے چند وہ درخشاں پہلو تھے جو ان کے خطوط سے واضح ہوئے، جو علامہ کوثریؒ کی حیات کے متعلق جاننے والوں کے لئے بہت مفید ہوں گے۔ اس طرح اور کئی ایسے پہلو ہیں، جو آپ ان خطوط میں جابجا پائیں گے۔

رمضان کو کیسے قیمتی بنائیں؟

مفتی عارف محمود، استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

رمضان کے مبارک مہینے کو کیسے قیمتی بنایا جائے؟ اس میں کون سے اعمال اختیار کیے جائیں ؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو ہر رمضان کی آمد کے ساتھ ہر مسلمان مرد وعورت کے ذہن میں اٹھتا ہے، بہت اہم، انتہائی قیمتی اور اہمیت کا حامل سوال ہے، رمضان کے مہینے کو قیمتی بنانے کے لیے جہاں فرض روزہ اور پانچ وقت کی نماز باجماعت کا اہتمام اور تمام معاصی کا ترک کرنا ضروری ہے، وہیں ایسے اعمال، اسباب ووسائل کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے جن سے یہ مبارک مہینہ مزید قیمتی بن جائے، ذیل میں اختصار کے ساتھ ان وسائل واسباب کا تذکرہ کرتے ہیں، جن کو اختیار کر کے ہر مسلمان اس مہینے کو قیمتی بنا سکتا ہے:

۱......افطار کروانا

اس مبارک مہینے میں ہر مسلمان حسب استطاعت روزہ داروں کو افطار کروا کر دوہرا اجر حاصل کر سکتا ہے، چنانچہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی روزہ دار کو افطار کروایا، اس کو روزہ دار کے مثل اجر ملے گا اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی''۔ (ترمذی، نسائی وابن ماجہ)

۲......خیر کے کاموں میں خرچ

خیر کے کاموں میں خرچ کے ذریعہ سے جہاں ایک طرف نیکی کے کاموں میں تعاون اور مستحق لوگوں کی امداد ہوتی ہے تو دوسری طرف رمضان میں عام دنوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اجر حاصل ہوتا ہے۔

۳......مکمل یکسوئی

رمضان کے مبارک مہینے کو قیمتی بنانے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم اس مہینے میں گھر کے تمام افراد پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا میں موجود اسباب معاصی سے اپنے آپ کو دور رکھیں، تا کہ یکسو ہوکر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوسکیں، سلف صالحین رحمہم اللہ تو اس مہینے میں قرآن وحدیث کی تعلیم کو موقوف کردیتے تھے، تا کہ قرآن کی تلاوت، اس میں غور وفکر اور تدبر، عبادت اور قیام اللیل یعنی تہجد کے لیے مکمل طور سے فارغ ہوجائیں، تو کیا ہم لوگ ایک مہینہ کے لیے اپنے آپ کو میڈیا کے ایمان کش سیلاب سے خود کو دور نہیں رکھ سکتے ؟۔

۴......دعا کا اہتمام

ویسے تو رمضان کا لمحہ لمحہ دعا کی قبولیت کا ہوتا ہے، لیکن افطار سے پہلے کے چند لمحات بہت ہی قیمتی ہوتے ہیں، یہ دعا کی قبولیت کے یقینی اوقات میں سے ہیں، بجائے فضول کاموں میں وقت ضائع کرنے کے اس وقت کو قیمتی جان کر دعا میں مصروف ہوجائیں، اپنے لئے اور تمام امت مسلمہ کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کا سوال کریں۔

۵......والدین کی اطاعت

رمضان کو قیمتی بنانے کا ایک بہت ہی اہم وسیلہ اور ذریعہ والدین کی اطاعت وفرماں برداری ہے، کوشش کریں کہ اس مہینے میں خاص طور سے والدین کے قریب رہیں، ان کی خدمت کریں، ان کی ضروریات کا خیال رکھیں، ان کو ہر طرح کی راحت وسہولت پہنچانے کی فکر کریں۔

۶......مسواک کا اہتمام

مسواک کا اہتمام کریں، مسواک جیسے پورے سال میں سنت ہے، ایسے ہی رمضان میں اس کا کرنا سنت ہے، بلکہ عام دنوں کے مقابلے میں اس کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

۷......رمضان میں عمرہ کرنا

رمضان میں عمرہ کرنا ایک بہت بڑا عمل ہے، ثواب کے اعتبار سے اس کا اجر ایک حج کے برابر ہے، اس میں بھی لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں، اس لئے کوشش کریں کہ ائمہ مساجد اور علماء سے مشاورت کے بعد اس عمل کو انجام دیں۔

۸......دعوت الی اللہ

اس مہینے میں دعوت الی اللہ کے عمل کو اہتمام وخصوصیت کے ساتھ انجام دیں، لوگوں کو

مساجد کی طرف اور اعمال خیر کی طرف متوجہ کریں۔

۹......اہل ثروت کے لئے

اہل ثروت واصحاب خیر حضرات دیگر امورِ خیر کے علاوہ معتمد علماء کرام کی دینی کتب، خاص کر رمضان کے مسائل وفضائل سے متعلق کتابیں خرید کر مسلمانوں میں تقسیم کریں، تاکہ معاشرے میں رمضان کے مسائل وفضائل کے معلوم کرنے کی ایک عام فضا قائم ہو جائے۔

۱۰......تلاوت قرآن کریم

قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کریں، لیکن کوشش کریں کہ قرآن کریم کو صحیح اور درست پڑھیں، تلفظ اور ادائیگی میں فحش غلطیوں سے اجتناب کریں، اگر پہلے سے پڑھا ہوا نہیں تو کوشش اس بات کی کریں کہ اس مہینے میں قرآن پاک کے حوالے سے اتنی محنت کریں کہ قرآن صحیح پڑھنا آجائے۔

۱۱...... ماتحتوں کی فکر

اپنی اولاد، بہن بھائیوں اور اپنے ماتحتوں کی فکر کریں کہ وہ بھی اس مہینے کو قیمتی بنائیں، خدانخواستہ ان کے اوقات کسی غلط اور لغو کام میں صرف نہ ہو جائیں۔ پیار، محبت، ترغیب اور بقدر ضرورت ترہیب کے ساتھ ان کو اعمال خیر کی طرف متوجہ کریں۔

۱۲......نماز پنج گانہ باجماعت کا اہتمام

نماز پنج گانہ باجماعت ادا کرنے کی کوشش کریں۔ عام طور سے مغرب میں افطار کی وجہ سے اور فجر میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے جماعت کی نماز سے غفلت برتی جاتی ہے، یہ بہت بڑی محرومی کی بات ہے۔ تھوڑی سی ہمت کر کے ہم خود بھی اور ترغیب کے ذریعے دوسروں کو بھی اس غفلت سے بچا سکتے ہیں۔ فرائض باجماعت ادا کرنے کے اہتمام کے علاوہ سنن اور نوافل کا بھی خاص اہتمام کریں، اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کے علاوہ بھی کچھ وقت نوافل کے لیے مخصوص کر دیں، کیوں کہ رمضان میں نفل کا ثواب فرائض کے بقدر کر دیا جاتا ہے۔

۱۳......وقتِ سحر اعمال کا اہتمام

سحری کا وقت بہت ہی قیمتی وقت ہوتا ہے، اس وقت اللہ کی خاص رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے، ایک تو سحری کھانے کا اہتمام ہو، اس کے علاوہ کچھ وقت بچا کر اذکار، وظائف اور

استغفار میں لگائیں، اس وقت استغفار کرنا متقیوں اور اہل جنت کی صفات میں سے ہے۔

۱۴......خواتین کے لئے

خواتین رمضان کی مبارک گھڑیوں کو صرف کھانے پکانے میں صرف نہ کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ افطاری وسحری تیار کرنا باعث اجر وثواب ہے، لیکن بقدر ضرورت وقت اس میں صرف کریں اور اس کے علاوہ اوقات کو اعمال صالحہ میں صرف کریں۔

۱۵...... بازاروں میں فضول گھومنے پھرنے سے اجتناب

رمضان میں بہت سارے خواتین وحضرات بازاروں میں گھوم پھر کر کپڑوں، جوتوں اور دیگر اشیاء کی خریداری کے عنوان سے اپنے قیمتی اوقات ضائع کرتے ہیں، اعمال صالحہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ رمضان سے متعلق جتنی ضروریات ہیں وہ اس مہینے کے شروع ہونے سے پہلے ہی خرید لیں اور باقی اگر رمضان میں کوئی ضرورت ہو تو بقدر ضرورت چیزیں خرید کر فوراً گھر لوٹ آئیں، بازاروں اور شاپنگ مالوں میں فضول گھوم پھر کر اپنا قیمتی وقت ضائع اور برباد مت کریں۔

۱۶......بیس رکعات تراویح کا اہتمام

نماز تراویح اور اعتکاف کا مکمل اہتمام کریں، بیس رکعات تراویح پر خیر القرون سے لے کر آج تک تمام امت مسلمہ متفق ہے۔ سستی اور غفلت یا کسی کے شک میں ڈالنے سے کچھ رکعات (مثلاً آٹھ رکعات) پڑھ کر جان نہ چھڑائیں، بلکہ مکمل ۲۰ رکعات پڑھنے کا اہتمام کریں، اس طرح سستی کرنا بڑی محرومی کی بات ہے۔

۱۷......خواتین کی تراویح واعتکاف

خواتین اپنے گھروں میں فرض نمازوں کے ساتھ تراویح اور اعتکاف کا بھی اہتمام کریں، تراویح اور اعتکاف کا حکم جیسے مردوں کے لیے ہے، ایسے ہی خواتین کے لیے بھی ہے، البتہ مرد حضرات دونوں عمل مسجد میں سرانجام دیں گے اور عورتیں گھروں میں۔

۱۸......بچوں کو نماز روزہ کا عادی بنائیں

کوشش کریں کہ سات سال کے بچوں کو نماز اور روزہ کا عادی بنائیں، ان کی حوصلہ افزائی کریں، ہمت دلائیں، تاکہ وہ بھی اس مہینے کی برکات سے مالا مال ہو جائیں۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رمضان میں اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے تھے اور ان کو مشغول رکھنے کے لیے کھلونے بنا کر دیتے تھے۔

یہ چند امور رمضان کے مہینے کو قیمتی بنانے کے حوالے سے قابل توجہ ہیں، ان کے علاوہ بھی ائمہ مساجد اور مستند علماء سے پوچھ پوچھ کر اپنا رمضان قیمتی بنا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس مبارک ماہ کی قدر نصیب فرمادے۔ (آمین)

جہنم سے آزادی وخلاصی، کیسے ممکن؟

ہر مسلمان کی یہ خواہش وچاہت ہوتی ہے کہ وہ آخرت میں کامیاب قرار پائے، جنت میں چلا جائے اور اسے جہنم سے خلاصی وآزادی عطا ہو جائے، یہ کیسے ہوگا؟ آیئے احادیث مبارکہ کی روشنی میں اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''رمضان کے ہر دن اور رات کو اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتے ہیں اور ہر مسلمان کی ہر دن اور رات ایک دعا قبول ہوتی ہے'' امام احمدؒ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ: ''ہر افطار کے وقت اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتے ہیں''۔

وہ کون سے اعمال واسباب ہیں جن کی بناپر اللہ تعالیٰ بندوں کو جہنم سے خلاصی وآزادی عطا فرماتے ہیں؟ خاص طور سے رمضان کے مبارک مہینے میں، جب اللہ کی رحمت عام ہوجاتی ہے، شیاطین مقید کردیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، ہم گناہ گار مسلمانوں کو یہ موقع غنیمت سمجھنا چاہئے کہ بلاعوض جنت عطا کی جارہی ہے اور جہنم سے خلاصی عنایت ہورہی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أنت عتیق اللہ من النار'' یعنی آپ کو اللہ نے آگ سے آزادی عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح ہر مسلمان کو آگ سے خلاصی مل جائے، اس کے لیے اعمال کو اختیار کرنا ہوگا۔

ا……اعمال میں اخلاص

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ، اللہ کی رضا کے لیے ''لا الہ إلا اللہ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کردیتے ہیں''۔

اخلاص کی واضح علامت یہ ہے کہ بندہ مکمل بیداری، اہتمام اور نشاط کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرے اور اس بات کو محبوب رکھے کہ سوائے اللہ کے کوئی اس کے اعمال پر مطلع نہ ہوسکے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ کب پتہ چلتا ہے کہ بندہ مخلصین میں سے ہے؟، انہوں نے فرمایا: اس وقت جب بندہ اپنی تمام کوششیں اور صلاحیتیں اللہ کی اطاعت میں

صرف کرے اور یہ تہیہ کرے کہ بندوں کے نزدیک اس کا کوئی مقام و مرتبہ نہ ہو۔

۲......تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ باجماعت نماز کا اہتمام

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے چالیس (۴۰) دن تک باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھی، اس کو دو پروانے عطا کیے جاتے ہیں، ایک جہنم سے آزادی کا اور دوسرا نفاق سے بری ہونے کا''۔

ہم کوشش کریں کہ اذان ہونے کے بعد صرف نماز کی تیاری میں مشغول ہوں، ان شاء اللہ! کبھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوگی۔

۳......عصر اور فجر کی نمازوں پر محافظت (پابندی)

مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص ہرگز آگ میں داخل نہیں ہوگا جو سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھ لے (یعنی فجر اور عصر کی)۔

فجر اور عصر کی نمازوں کے ساتھ ان کی سنتوں کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔

مسلم شریف ہی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فجر کی دو رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں''۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعات پڑھیں''۔

۴......ظہر سے پہلے اور بعد میں سنتوں کا اہتمام

ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ظہر سے پہلے اور بعد کی چار رکعتوں پر محافظت کی، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کردیتے ہیں''۔

عزیزانِ گرامی! یہ فضیلت تو پابندی کرنے والوں کو حاصل ہوگی، کوشش کریں کہ اہتمام کے ساتھ ان کو ادا کریں۔

۵......اللہ کی خشیت سے رونا

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص ہرگز جہنم کی آگ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ کی خشیت سے رویا، حتی کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے، اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی جمع نہیں ہوسکتے''۔ (رواہ الترمذي والنسائی)

مبارک ہو آپ کو، اگر آپ اللہ کی خشیت سے روتے ہیں، دلوں پر لگا ہوا گناہوں کا زنگ

ندامت کے آنسو ہی دھوتے ہیں، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''اگر کوئی پورے سال میں ایک مرتبہ بھی اللہ کی خشیت سے رویا تو یہ بھی بہت ہے''۔

مسلم شریف کی روایت کے مطابق اللہ کے عرش کا سایہ پانے والے سات خوش نصیبوں میں سے ایک وہ آدمی ہے جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہیں۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو قطروں سے بڑھ کر اللہ کو کوئی چیز پسندیدہ نہیں، ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کی خشیت کی وجہ سے نکلا ہو اور دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہایا گیا ہو''۔

خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آنسو کا ایک قطرہ آگ کی کئی موجوں کو بجھانے کے لئے کافی ہوتا ہے، اگر کوئی آنسو آنکھ سے نکل کر رخسار پر بہہ پڑتا ہے تو وہ چہرہ کبھی آگ کو نہ دیکھے گا۔ کوئی بھی بندہ اللہ کی خشیت سے نہیں روتا، مگر اس کے اعضاء وجوارح بھی اس کے ساتھ خشیت اختیار کرتے ہیں، اس کا نام اس کی ولدیت کے ساتھ ملأ اعلیٰ پر لکھا جاتا ہے، اس کا دل اللہ کے ذکر کے ساتھ روشن ہوتا ہے(الرقة والبكاء لابن أبی الدنیا)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی خشیت کا کوئی آنسو نصیب فرمادے۔

۶......اللہ کی راہ میں چلنے والے قدم

ترمذی شریف کی روایت میں یزید بن اَبی مریم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جمعہ کی نماز کے لئے جارہا تھا تو عبایہ بن رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ ملے اور کہا کہ تمہیں خوش خبری ہو کہ تمہارے یہ قدم اللہ کے راستے میں پڑ رہے ہیں، میں نے ابوعبس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے دونوں پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں وہ جہنم کی آگ پر حرام ہو جاتے ہیں''۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ: ''پہلے وقت میں غسل کر کے جمعہ کی نماز کے لئے آنے اور بات چیت کئے بغیر خطبہ سننے پر ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور قیام کا ثواب عطا کیا جاتا ہے''۔

اہل ایمان بھائیو! آیئے کوشش کریں کہ ہمارا اٹھنے والا ہر قدم اللہ کی راہ میں، اللہ کی طرف بلانے کے لیے، مظلوم کی مدد کے لیے، مسلمان بھائی کی حاجت کو پورا کرنے، مریض کی عیادت اور جنازہ کی نماز میں شرکت کے لیے ہو۔

۷......اخلاق کی نرمی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہلکا، نرم خو اور لوگوں کے قریب ہوگا اللہ اس کو آگ پر

حرام کردیتے ہیں''۔ (رواہ الحاکم)

علامہ مناویؒ ''فیض القدیر'' میں فرماتے ہیں کہ: ''حضور اقدس ﷺ سب سے زیادہ نرم خو تھے، آپ کے صحابہؓ جب کسی دنیوی معاملہ کے بارے میں بات چیت کرتے تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ شریک ہوجایا کرتے، اور جب آخرت کے امور کا ذکر کرتے تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ آخرت کا تذکرہ فرماتے اور جب صحابہؓ کھانے کا ذکر کرتے تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ کھانے ہی کی بات چیت فرماتے تھے''۔

۸......بیٹیوں اور بہنوں کی پرورش

بیہقیؒ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''میری امت کا جو بھی شخص تین بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش کرے گا اور ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے گا تو یہ (بیٹیاں اور بہنیں) اس کے لیے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی''۔

مسند امام احمدؒ کی روایت میں ہے کہ: ''ان کو سنجیدگی کے ساتھ کھلایا، پلایا، اور پہنایا تو یہ اس کے لیے قیامت کے دن جہنم کی آگ سے حجاب بن جائیں گی''۔

۹......غلاموں کو آزاد کرنا

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''کوئی بھی مسلمان مرد کسی مسلمان غلام کو آزاد کردے تو یہ اس کے لیے آگ سے آزادی کا باعث ہے، اس کی ہر ہڈی کے بدلے اس کی ہر ہڈی کو آزاد کردیا جائے گا اور کوئی بھی مسلمان عورت کسی مسلمان باندی کو آزاد کرے تو یہ اس کے لیے آگ سے آزادی کا باعث ہے، اس کی ہر ہڈی کے بدلے اس کی ہر ہڈی کو آزاد کردیا جائے گا''۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ)

آج اگرچہ غلام و باندی کو آزاد کرنا ممکن نہیں رہا، لیکن اللہ کے فضل وکرم سے دوسرے ایسے اعمال ہیں جو ان کے قائم مقام قرار دیے گئے ہیں۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ: ''مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے دو گردنوں کو آزاد کرنے سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ میں فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کروں ''**اللہ أکبر، الحمد للہ، سبحان اللہ** اور **لا الہ إلا اللہ**'' کہوں۔ امام نسائی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جس نے سورج طلوع اور غروب ہونے سے قبل سو مرتبہ ''**سبحان اللہ**'' کہا تو یہ سو غلام آزاد کرنے سے افضل ہے اور جس نے سورج طلوع اور غروب ہونے سے قبل سو مرتبہ ''**الحمد للہ**'' کہا تو یہ اللہ کی راہ میں سو گھوڑے دینے سے افضل ہے، اور جس نے سورج غروب وطلوع ہونے سے قبل سو مرتبہ ''**لا الہ إلا اللہ وحدہ**

لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شيء قدیر " کہا تو قیامت کے دن کوئی اس سے افضل عمل لے کرنہیں آئے گا، مگر یہ کہ وہ اس سے زیادہ مرتبہ کہے۔

نسائی ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آگ سے بچاؤ کے لیے ڈھال لے لو اور یہ کلمات کہو: **سبحان الله ، الحمد لله، ولا اله إلا الله والله أکبر** ؛ اس لیے کہ قیامت کے دن یہ کلمات بندے کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے آئیں گے، اور یہی کلمات باقیات صالحات ہیں۔

۱۰......مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد کی، غیر موجودگی میں اس کی عزت کا دفاع کیا، اللہ پر حق ہے کہ اس کو جہنم کی آگ سے آزاد کردے''۔ (رواہ احمد والطبرانی)۔

پہلے تو کوشش کریں کہ کسی ایسی مجلس میں ہماری شرکت ہی نہ ہو جس میں غیبت، بہتان وغیرہ کسی بھی ذریعہ سے دوسرے مسلمان کی ہتک عزت کی جارہی ہو، اگر مجبوراً بیٹھنا پڑے تو کسی کی غیبت سننے سے اجتناب کریں، زبان سے، یا کم از کم دل سے اس پر نکیر کریں، ورنہ اس مجلس سے اٹھ جائیں۔

۱۱......الحاح وزاری اور دعا کی کثرت

مسند امام احمدؒ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بھی مسلمان شخص تین دفعہ اللہ سے جنت نہیں مانگتا، مگر جنت یہ کہتی ہے کہ اے اللہ! اسے جنت میں داخل کردے، اور کوئی بھی مسلمان شخص تین دفعہ جہنم کی آگ سے پناہ نہیں مانگتا، مگر جہنم کی آگ یہ کہتی ہے کہ اے اللہ! تو اسے مجھ سے پناہ دے دے''۔

کوشش اس بات کی کرنی چاہئے کہ ہم کثرت سے اپنی دعاؤں میں الحاح وزاری کے ساتھ جہنم کی آگ سے پناہ مانگیں اور جنت کو طلب کریں۔

۱۲......روزہ جہنم کی آگ کے لیے ڈھال ہے۔

امام طبرانیؒ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''روزہ ڈھال ہے، اس ڈھال کے ذریعہ بندہ جہنم کی آگ سے بچاؤ کرتا ہے''۔

کوشش کریں کہ اس ڈھال کو غیبت اور چغل خوری سے پھاڑ نہ ڈالیں، تاکہ روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے بطور ڈھال کام آسکے، کیوں کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ روزہ ڈھال ہے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا جب تک اسے غیبت، چغل خوری وغیرہ سے پھاڑ نہ ڈالا جائے۔

۱۳......فقراء، مساکین اور مستحق لوگوں کو کھانا کھلانا

''حلیة الأولیاء'' میں ایک اسرائیلی روایت منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے پوچھا کہ اس شخص کا کیا بدلہ ہے جو آپ کی رضا کی خاطر مسکین کو کھانا کھلائے؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! میں ایک آواز لگانے والے کو حکم دیتا ہوں کہ وہ علی رؤس الاشہاد اعلان کرے کہ فلاں بن فلاں اللہ کی طرف سے جہنم کی آگ سے آزاد کردہ ہے۔

فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانا اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والا عمل ہے، بلکہ اسے افضل الاعمال شمار کیا گیا ہے۔ طبرانیؒ کی روایت میں ہے کہ: ''حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کو خوش کرنا، بایں طور کہ آپ نے اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا، یا کپڑے پہنا دیے، یا اس کی کوئی اور حاجت پوری کردی''۔

طبرانیؒ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں کچھ کمرے ایسے ہیں جن کا ظاہر ان کے باطن (اندر) سے اور باطن ظاہر سے دکھائی دے گا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ کس کو ملیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جن کا کلام پاکیزہ ہوگا، جس نے لوگوں کو کھانا کھلایا اور رات قیام میں گزاری جب کہ لوگ سورہے ہوں۔

محترم قارئین کرام! فرائض و واجبات کی ادائیگی اور معاصی سے اجتناب کے بعد یہ چند اعمال ہیں جن کے اختیار کرنے اور ان پر مداومت سے ہم بھی جہنم کی آگ سے خلاصی پاسکتے ہیں، اگر پہلے سے ان پر عمل پیرا ہیں تو بہت ہی اچھی بات ہے، رمضان میں مزید اہتمام کی کوشش کریں، اگر ایسا نہیں تو پھر آئیں، ابھی سے نیت اور عزم کریں کہ ہم خود بھی ان اعمال کو اختیار کریں اور دوسروں کو بھی ان اعمال کی طرف متوجہ کریں۔

یہاں ایک بات ذہن نشین رہے کہ اعمال صالحہ کے ساتھ عقائد کی درستگی نہایت ضروری ہے، وگرنہ یہ اعمال کسی کام نہ آسکیں گے، لہٰذا کوشش کریں کہ مستند اور معتمد علماء کرام سے رجوع کرکے اپنے عقائد کی اصلاح کی بھی کوشش کرلیں، تاکہ اعمال کی عمارت کو صحیح اور مضبوط بنیاد فراہم ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اعمال خیر پر آنے کی توفیق عنایت فرمائے اور جہنم کی آگ سے مکمل خلاصی و آزادی عطا فرمائے۔

☆☆....☆☆

ماہِ مبارک کی آمد اور تلاوتِ قرآن پاک

مولانا محمد راشد، ڈیرہ اسماعیل خان

رمضان المبارک میں تلاوت کی کثرت اور قرآن مجید صحیح تجوید کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام ہو۔ حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ کے اس سلسلے کے چند ارشادات نذر قارئین ہیں۔

ا......ارشاد فرمایا کہ: رمضان میں کرنے کی چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ تلاوت کا اہتمام کرے، تلاوت کا مطلب ہم سمجھتے ہیں کہ ایک پارے سے تیس پارے تک پڑھنا، بلکہ تلاوت کہتے ہیں کہ قرآن پاک کا پڑھنا، اب مان لو ایک شخص ہے، وہ پورا قرآن نہ پڑھا ہو، چند سورتیں پڑھی ہیں یا یاد ہیں تو اسے جو سورتیں یاد ہیں انہیں پڑھ لے تو یہی اس کی تلاوت ہوگئی، ایک دفعہ ’’قل ھو اللہ‘‘ (سورۂ اخلاص) سورۂ فلق‘‘ سورۂ ناس فجر کے بعد پڑھ لے تو حفاظت رہتی ہے، یٰسین شریف پڑھ لو تو دن بھر کے کاموں میں آسانی اور سہولت ہو جاتی ہے۔ (مجالس محی السنۃ ص:۵۱)

۲......ارشاد فرمایا کہ: بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اس طرح کی عادت ڈال لیتے ہیں کسی کو پتہ نہیں ہوتا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ رمضان شریف میں ایک قرآن پاک تو دن بھر میں ختم کرتے تھے اور ایک رات میں اور ایک تراویح والا (یعنی اکٹھ ختم شریف) (مجالس محی السنۃ ص:۵۳)

۳......ارشاد فرمایا: اپنی اپنی مساجد میں تین منٹ کے لئے تلاوت کا سلسلہ شروع کرنا چاہئے، آج کل ہماری مساجد سونی ہوگئیں، نماز پڑھنے کے بعد کچھ کتاب کا معمول ہو تو وہ ہو جائے،

پھر تلاوت کی جائے، جو قرآن نہیں پڑھتے ہیں وہ بھی قرآن کو لے لیں اور اس کو کھولیں اور انگلی پھیرتے رہیں اور یہ کہتے رہیں کہ یہ بھی حق ہے یہ بھی حق ہے تو تین منٹ میں پانچ ہزار نیکیاں تو مل جاتی ہیں۔ کوئی ایک صفحہ پڑھے گا تو پانچ ہزار، آدھا صفحہ پڑھے گا تو ڈھائی ہزار نیکیاں مل جائیں گی۔ (مجالس محی السنۃ ص:۲۴)

۴......ارشاد فرمایا کہ اکثر معاملات میں کچھ نہ کچھ مستحبات ومستحسنات ہوتی ہیں، جس کا لوگ ماشاء اللہ خیال کرتے ہیں، مگر قرآن پاک کے جو مستحسنات ہیں اور اس کا جو جمال ہے، آج اکثر سے اکثر خواص بھی غافل ہیں تصحیح قرآن پاک کی فکر۔ بڑے بڑے قاریوں کو دیکھا کہ تراویح میں تجوید کا خیال نہیں، اگر کسی شاعر کا کلام پڑھا جارہا ہو اور وہ شاعر بھی اس مجلس میں موجود ہو تو پڑھنے والا کتنی احتیاط سے پڑھتا ہے؟ اگر کسی نے غلط پڑھ دیا تو شاعر کو کتنا ناگوار ہوتا ہے؟ اگر کسی بادشاہ شاعر کے کلام کو کوئی غلط سلط پڑھے تو بادشاہ کو کس قدر ناگوار ہوگا؟ اب غور کا مقام ہے کہ مخلوق کے کلام میں تو اس قدر احتیاط اور خالق کے کلام میں جس طرح چاہیں پڑھیں۔ پھر اس پر یہ توقع کہ ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملیں گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام اللہ کی جیسی عظمت ہونی چاہئے تھی، آج اس میں کمی ہوگئی ہے جس کی بنا پر یہ معاملہ ہورہا ہے۔ اس لئے تلاوت کے وقت یہ دھیان رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم کو سناؤ کیسا پڑھتے ہو؟ اور جو لوگ سننے والے ہیں وہ یہ خیال کریں کہ احکم الحاکمین کا کلام پڑھا جارہا ہے۔ انتہائی عظمت ومحبت کے ساتھ سنیں اس سے ان شاء اللہ! قرآن پاک کی عظمت پیدا ہوجائے گی۔ (ملفوظات ابرار ص:۳۰)

۵......فرمایا: ایک حافظ صاحب آئے تھے ایک جگہ کے اور عمر بھی ان کی قریب اڑتالیس، پچاس سال کی تھی۔ یہاں آکے رہے، قرآن پاک اچھا پڑھتے تھے، مجھ سے بعد میں کہنے لگے کہ مجھے وہاں کے صدر مدرس صاحب نے یہاں بھیجا تو ذرا ناگواری سی ہوئی، پھر میں نے سوچا کہ اچھا ہے چلو دو چار دن کچھ قاعدے وقانون معلوم کرلیں گے، پھر دو چار دن بعد چلا آؤں گا۔ یہاں آئے تو بیچارے روتے تھے، افسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے اب تک عربی پڑھائی، قرآن نہیں پڑھایا، پھر ماشاء اللہ! یہاں رہے، تب معلوم ہوا کہ قرآن پاک کیا ہے؟۔ (مجالس محی السنۃ ص:۵۶)

اللہ تعالیٰ صحیح صحیح تجوید کے ساتھ ہمیں اپنا کلام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

☆☆.....☆☆

اقوالِ زریں امام غزالیؒ قدس سرہ

ترتیب: مولانا قاری عطاء الرحمن اعوان،

حضرت امام غزالیؒ قدس سرہ کا اپنے شاگرد کو خط کا جواب اور امام الزاہدین، سراج السالکین حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے کئے گئے اُس کے ترجمہ سے انتخاب۔

۱......تعلیمات نبوی ﷺ کی جامعیت:

تمام پہلے اور پچھلے لوگوں کی نصیحتیں جناب سرکار دو عالم ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ میں موجود ہیں، آپ ﷺ کے ارشادات جامع اور حرفِ آخر ہیں، پوری کائنات میں خیرخواہانہ کلمات کہنے والے ان ہی ارشادات عالیہ کے خوشہ چین ہیں، جس نے بھی ان ارشادات عالیہ سے روشنی حاصل نہیں کی، اُس نے اپنی عمر کو ضائع کیا، ان ارشادات سے ساری دنیا کے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۲......محروم کی علامت:

انہیں ارشادات میں سے ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص سے نظر رحمت پھیر لیتا ہے تو وہ شخص بے کار کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے، اگر اس کی عمر کا ایک لحظہ بھی بے مقصد گزرا تو اس پر جتنا افسوس کرے وہ کم ہے اور جس کی عمر کے چالیس سال گزر گئے ہوں اور اس کے نیک اعمال برے کاموں پر غالب نہ آئے ہوں تو اس کو دوزخ کی آگ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

۳......علم بےعمل کا عذاب:

نصیحت کرنا اوراس کوسن لینا تو بہت آسان ہے،مگراس پرعمل کرنا تو بہت ہی مشکل ہے، کیونکہ نصیحت کا ذائقہ عموماً کڑوا معلوم ہوتا ہے، جولوگ رسمی علوم صرف اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ اس سے دنیاوی جاہ وجلال حاصل کریں جوان علوم کی سندات اور ڈگریوں سے حاصل ہوجاتا ہے۔علوم حاصل کرنا اورعملی قدم نہ اٹھانا یہ نیت فاسداورغرض بری ہے، ایسے لوگوں کوآپ ﷺ کے ان ارشادات عالیہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

۱......''سب لوگوں سے زیادہ عذاب قیامت کے دن اس عالم کو دیا جائے گا جس کوخود اپنے علم سے نفع نہ ہوا''۔

۲......''وہ عالم جس نے اپنے علم پرعمل نہ کیا، اُسے دوزخ میں ڈالا جائے گا، اس کی جلن سے دوسرے دوزخی بھی چلااٹھیں گے اور کہیں گے کہ تو نے دنیا میں کون سا بڑا جرم کیا ہے کہ تیری بدبو سے ہم بھی متاثر ہورہے ہیں؟ عذاب میں تو ہم پہلے ہی مبتلا تھے، تو نے مزید ہمیں دکھ دیا تو وہ جواب میں کہے گا کہ میں ایک عالم تھا جس نے اپنے علم سے نفع حاصل نہ کیا۔

۴......علم بےعمل کی مثالیں:

۱......ایک آدمی امور جنگ سے پورا واقف ہواوراس کے پاس دس ہندی تلواریں اور بہترین تیروکمان کافی تعداد میں ہوں اور وہ کسی جنگل میں جارہا ہوکہ اچانک اس پر شیر حملہ کردے تو کیا صرف اس کی جنگی مہارت اور بہترین اسلحہ اسے شیر کے حملہ سے بچادے گا؟ نہیں! جب تک وہ اپنی جنگی مہارت کے ذریعے اسلحہ کوکام میں نہیں لائے گا، وہ شیر کے حملہ سے نہیں بچ سکے گا، اسی طرح اگر ایک شخص کوایک لاکھ مسائل زبانی یاد ہوں اورعمل ایک پربھی نہ ہوتو فائدہ نہیں ہوگا۔

۲......اگرایک شخص صفراوی امراض میں مبتلا ہواور وہ جانتا ہوکہ شربت سکنجبین پینے سے اس کے امراض دور ہوجائیں گے،مگر اس کواستعمال نہ کرے تو کیا صرف اتنا جاننے سے اس کے امراض دور ہوجائیں گے؟ اسی طرح بہت سے علوم حاصل کرلینے اور بہت سی کتابیں جمع کرلینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک رحمت الٰہیہ کا طلب گار نہ ہو، جیسا کہ ارشاداتِ الٰہیہ سے واضح ہے:

۱......''انسان کو وہی ملتا ہے جس کے لئے محنت کرتا ہے''۔(النجم:۳۹)

۲......''جواپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو، اُسے نیک عمل کرنے چاہئیں''۔(الکہف:۱۱۰)

۳......''بدلہ ہے ان کاموں کا جووہ کرتے تھے''۔(الم السجدہ:۱۷)

نیک لوگوں کے بارے میں فرمایا:

۴......’’وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے، اُن کے لئے مہمانی کے طور پر ٹھنڈی چھاؤں کے باغات ہیں اور وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے‘‘۔ اسی طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں: ۱......کلمۂ شہادت پڑھنا، ۲......نماز قائم کرنا، ۳......زکوٰۃ ادا کرنا، ۴......رمضان شریف کے روزے رکھنا، ۵......فرض ہونے پر حج کرنا۔

۵......نماز تہجد کی برکت:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا: سنائیں کیا گزری؟ تو انہوں نے فرمایا: سحری کے وقت جو چند رکعتیں نماز تہجد پڑھا کرتا تھا، وہ کام آگئیں اور نجات ہوگئی۔

۶......ایمان کا مفہوم:

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: ’’زبان سے اقرار کرنے، دل سے تصدیق کرنے، اعضاء سے عمل کرنے کا نام ایمان ہے‘‘۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ نجات کا تعلق عمل سے ہے اس کے علاوہ بھی اس پر بہت سے دلائل ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

جنت میں داخلہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل وکرم سے ہوگا، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت تو اسی پر نازل ہوتی ہے جو اس کے لئے تیار اور منتظر ہو اور یہ استعداد وقابلیت تو اسی وقت میسر ہوسکتی ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔

۷......انابت کی ضرورت:

سارا عمل خلوص نیت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ’’بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے‘‘۔ (الاعراف: ۵۶) اس آیت میں محسنین کا لفظ ہے جو احسان سے بنا ہے، احسان کا معنی ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق یہ ہے کہ: ’’تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس یقین سے کرے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، ورنہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے‘‘۔ تو جو لوگ محسن (نیک اعمال کرنے والے) نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محل نہیں بن سکتے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

انسان کو جنت میں داخلہ تو ایمان ہی کی بدولت ملے گا جو کہ صحیح عقائد کا نام ہے مگر جنت میں داخلہ کے لئے پُل صراط کو عبور کرنا ہوگا اور اس کو عبور کرنے کی رفتار اسی طرح ہوگی جس طرح اس دنیا میں نیک اعمال کی رفتار رہی، اگر نیک اعمال سرانجام دینے کی رفتار تیز رہی تو پُل صراط پر گزر بھی اسی تیزی

کے ساتھ ہوگا، جیسا کہ اس دنیا میں سنت نبوی کی پیروی کے اعتبار سے حوض کوثر سے پانی ملے گا، یہ تو یقینی بات ہے کہ جو محنت کسی کے سپرد کی گئی ہو تو جب تک وہ اس محنت کو نہیں کرے گا اس کو مزدوری نہیں ملے گی، اس لئے درست بات یہ ہے کہ جنت میں داخلہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوگا، مگر اعمال صالحہ کی برکت سے اپنے آپ کو مستحق بنانا ضروری ہے۔

۸......ایک حکایت:

بنی اسرائیل میں ایک شخص نے کئی سال اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اخلاص کو فرشتوں کے سامنے ظاہر کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا، جس نے اسے جا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو جتنی عبادت کرے گا بالآخر تو دوزخ میں جائے گا، یعنی اگر تو نے عبادت میں ریا کاری کو دخل دیا۔ تو اس شخص نے جواب میں کہا: میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور بندہ کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کی عبادت کرے اور معبود برحق کی شانِ الوہیت اور اس کے فیصلہ کو صرف وہی جانتا ہے، اس لئے میں تو اس کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرتا رہوں گا تو اس فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے علیم وخبیر ذات! تیرے بندہ نے جو کچھ کہا وہ تو تجھے معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: جب میرا کمزور بندہ اپنے عزم میں اتنا مضبوط ہے تو میں معبود اور قادر کریم ہو کر کیوں اس سے منہ موڑوں گا؟ میں تم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اس کی مغفرت کر دی۔

۹......اعمال صالحہ کا مقام ومرتبہ:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''خود اپنا حساب کرلو، اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حساب لے اور اپنے اعمال کا وزن خود کرلیا کرو، اس سے پہلے کہ ان کا وزن قیامت کے دن کیا جائے''۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جس شخص کا یہ گمان ہو کہ جنت میں بغیر نیک اعمال کے پہنچ جائے گا تو یہ صرف اس کی ایک خواہش اور تمنا ہی ہے اور جس کا یہ یقین ہو کہ وہ جنت میں نیک اعمال کی محنت سے پہنچ سکتا ہے تو یہ اس کی لاپرواہی ہے، یعنی یہ دونوں باتیں درست نہیں، بلکہ درست بات یہ ہے کہ جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و کرم سے ہوگا، مگر نیک اعمال کے ذریعہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بنانا ضروری ہے، اس لئے حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''وہ کتنا بے حیا ہے جو میرے احکام پر عمل کی محنت کے بغیر میری جنت کی تمنا رکھتا ہے، میں ایسے شخص پر نظر رحمت کر کے اس کو جنت میں کیوں داخل کروں؟ جس نے میری فرمانبرداری میں بخل سے کام لیا۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد بالکل واضح ہے کہ ''عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنا فرمانبردار رکھتے ہوئے موت کے بعد والی زندگی بنانے کے لئے محنت کرے اور احمق وہ شخص ہے جو نفس کی غلامی کرے اور جنت میں داخلہ کا امیدوار رہو''۔

(جاری ہے)

تصویر کی حرمت قرآن وسنت کی روشنی میں!

جناب سخی داد خوستی صاحب

تصویر خواہ ہاتھ سے بنائی ہو یا کیمرہ اور دیگر آلہ سے کھینچی ہو، وہ بت کی طرح ہے، اس کا بنانا، بنوانا، کھینچنا، کھینچوانا، گھر میں رکھنا یا جیب میں استعمال کرنا سب شریعتِ مطہرہ میں باجماعِ امت حرام ہے، اس کی حرمت کے چند دلائل ذکر کئے جائیں گے۔

تصویر کا حکم قرآن میں:

اسلامی احکام کا سب سے پہلا ماٴخذ قرآن کریم ہے، لہذا سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ تصویر کے بارے میں قرآن کریم میں کوئی حکم موجود ہے یا نہیں؟ تو چند آیتوں سے مذکورہ مسئلے کا حکم مستنبط ہوسکتا ہے:

۱:۔''هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِیْ الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ''. (آل عمران:۶)

ترجمہ:۔''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو رحم مادر میں جس طرح چاہتا ہے صورت بناتا ہے''۔

۲:۔''وَلَقَدْ خَلَقْنَاکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاکُمْ''. (الاعراف:۲۴)

ترجمہ:۔''اور بلاشبہ ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہاری صورتیں بنائیں''۔

۳:۔''وَصَوَّرَکُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَکُمْ''۔ (المؤمن:۶۴)

ترجمہ:۔''اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری صورتیں بنائیں، پس تمہاری صورتوں کو اچھا بنایا''۔

۴:۔''هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ''. (الحشر:۲۴)

ترجمہ:۔''وہ اللہ خالق ہے، پیدا کرنے والا ہے اور صورت بنانے والا ہے''۔

۵:۔فِیٓ أَیِّ صُوْرَةٍ مَّاشَآءَ رَکَّبَکَ''. (الانفطار:۸)

ترجمہ:۔''جس صورت میں چاہا تیرے اعضاء کو جوڑ دیا''۔

فائدہ:

مذکورہ آیتوں میں صورت بنانا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ قرار دیا ہے، جس میں ان کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہوسکتا، تو جس طرح انسان کو خالق نہیں کہہ سکتے، اسی طرح انسان کو ’مصور‘‘ بھی نہیں کہا جاسکتا، لہذا کسی انسان کے لئے تصویر سازی جائز نہیں ہے، کیونکہ پھر تو انسان بھی مصور ہوگیا، جیسے مولانا مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

’’حق تعالیٰ کے ننانوے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک خالق اور مصور بھی ہے اور اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں اسم حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں، غیر اللہ پر ان الفاظ کا اطلاق بھی جائز نہیں ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے: ’’هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ‘‘ اس میں خالق اور مصور ہونے کی صفت حق تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت قرار دی گئی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شریک نہیں ہوسکتا تو جس شخص نے کسی جاندار کی تصویر بنائی، اس نے گویا صفتِ تخلیق وتصویر میں مداخلت اور شرکتِ عملی کا دعویٰ کیا‘‘۔ (تصویر کے شرعی احکام، ص:۱۱)

تصویر کا حکم احادیث میں:

قرآن مجید کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ کیا تصویر کے بارے میں احادیث میں کوئی حکم ہے؟ جب ہم اس موضوع پر احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں بہت سی احادیث ملتی ہیں جو تصویر کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں، جن میں سے چند ذکر کی جاتی ہیں:

۱:۔’’عن مسروق عن عبد اللّٰہؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إن أشد الناس عذاباً يوم القيامةالمصوّرون‘‘. (مسلم ج:۲،ص:۲۰۱)

ترجمہ:۔’’حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخت عذاب قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کا ہوگا‘‘۔

۲:۔’’عن نافع أن عبد الله بن عمرؓ أخبره أن رسول الله ﷺ قال: إن الذين يصنعون الصور يعذبون يوم القيامة، يقال لهم أحيوا ما خلقتم‘‘.

(مسلم ج:۲،ص:۲۰۱)

ترجمہ:۔’’حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ تصویر بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا، ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے بنایا ہے، اسے زندہ کرو‘‘۔

۳:۔أبو زرعةؒ قال: دخلت مع ابی هريرةؓ داراً بالمدينة، فرأهاأعلاها

مصوّراً یصور، قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: ومن أظلم ممن ذهب یخلق کخلقی فلیخلقوا حبة ولیخلقوا ذرّة "۔ (بخاری،ج:۲،ص:۸۸۰)

ترجمہ:۔''حضرت ابوزرعہؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ مدینہ کے ایک گھر میں داخل ہوا تو اس کی چھت کے قریب ایک مصور کو دیکھا جو تصویر بنارہا تھا، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری طرح (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح) تخلیق کرنے لگتے ہیں؟ (وہ کسی جاندار کی تخلیق تو کیا کریں) ذرا ایک دانہ یا ایک چھوٹی سی چیونٹی تو بنا کر دکھادیں''۔

۴:۔''عن عائشةؓ قالت: قدم رسول الله ﷺ من سفر وقدسترت بقرام لی علی سهوة لی فیه، تماثیل فلما راٰه ﷺ هتکه وقال: أشد الناس عذاباً یوم القیامة الذین یضاهون بخلق الله، قالت: فجعلناه وسادة أو وسادتین''. (بخاری،ج:۲،ص:۸۸۰)

ترجمہ:۔''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے، میں نے ایک طاقچہ پر پردہ ڈال دیا تھا جس میں تصویریں تھیں، جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو اسے اتار ڈالا اور فرمایا کہ قیامت کے دن اس شخص کو سخت ترین عذاب ہوگا جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت پیدا کرتے ہیں، چنانچہ ہم نے اس پردے سے ایک یا دو تکیے بنالئے''۔

۵:۔''(عن عبد الله بن عباسؓ) قال: سمعت محمداً ﷺ من صوّرصورةً فی الدنیا، کُلّف یوم القیامة أن ینفخ فیها الروح ولیس بنافخ''

(بخاری،ج:۲،ص:۸۸۱)

ترجمہ:۔''حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بنائے گا، قیامت کے دن اس کو اس بات کا مکلّف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ پھونک نہ سکے گا''۔

(جاری ہے)

حضرت مولانا خلیل احمد تھانوی

تواریخِ وفات

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ

استاد الحدیث وناظم تعلیمات جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی

(۱) آج بروز جمعہ — علامہ مولانا الحاج — عطاء الرحمٰن — شہید ہوگئے
۳۳۷ — ۳۱۷ — ۴۰۹ — ۳۷۰ =۱۴۳۳ھ

(۲) بائے مولانا علامہ — عطاء الرحمٰن — استاذ جامعہ بنوری ٹاؤن
۲۹۰ + ۴۰۹ + ۱۳۱۳ =۲۰۱۲ء

(۳) بائے عطاء الرحمٰن — امام وخطیب جامع مسجد صالح — صدر کراچی
۴۲۵ + ۱۰۵۹ — ۵۲۸ =۲۰۱۲ء

(۴) گل زیبا — ناظم تعلیمات
۷۰ + ۱۹۴۲ =۲۰۱۲ء

(۵) گل زیبا — رکن امتحانی کمیٹی ووفاق المدارس
۷۰ + ۴۲۱۹ =۲۰۱۲ء

(۶) فإنماقال اللّٰه جل علمه — وجزاهم بماصبروا جنة وحريرا
۵۴۷ + ۸۸۶ =۱۴۳۳ء

(۷) لقدقال اللّٰه جل وعده — ارجعي إلى ربک راضية
۴۴۹ + ۱۵۶۳ =۲۰۱۲ء

(۸) لقدقال جل کلامه — و إلى ربک فارغب
۴۶۰ + ۱۵۵۲ =۲۰۱۲ء

(۹) إنماقال جل أمره — لايستوي أصحاب النار و أصحاب الجنة اصحاب الجنة هم الفائزون
۵۰۲ + ۱۵۱۰ =۲۰۱۲ء

(۱۰) فإنماقال اللّٰه جل کلامه — من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها
۴۹۸ + ۱۵۱۴ =۲۰۱۲ء

(۱۱) قدقال اللّٰه جل کلامه — فهو في عيشة راضية
۴۳۰ + ۱۵۸۲ =۲۰۱۲ء

(۱۲) لقدقال اللّٰه جل کلامه — حسنت مستقرا مقاما
۵۰۵ — ۱۵۰۷ =۲۰۱۲ء

سندھی رومن میں قرآن تحریر کرنا

مولوی محمد یوسف انور

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ:

چندسال پہلے میں نے ساکرو میں زمین خریدی اورنماز پڑھنے کے لئے جائے نماز رکھی، تاکہ مسلمان بھائی نماز پڑھ سکیں، ایک روز میں نے ایک مزدور سے معلوم کیا کہ نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ کہا کہ: خاموش کھڑا رہتا ہوں، کیونکہ میں نے قرآن نہیں پڑھا، سندھی زبان لکھنا اور پڑھنا جانتا ہوں۔

میں نے حضرت مولانا شبیر احمد بھٹو کی سندھی نماز کامل حاصل کی۔ اس نماز کی کتاب سے صرف ''نماز پڑھنے کا طریقہ'' کے حصہ کولیا۔ جوحضرات عربی پڑھنا نہیں جانتے، ان کی آسانی کے لئے عربی کلمات وآیات کے نیچے سندھی رومن زبان میں عربی کلمات وآیات لکھی گئی ہیں، تاکہ سندھی زبان لکھنے اور پڑھنے والے بھائی، چھوٹے بڑے سب نماز کو یاد کرسکیں۔ دوران نماز خاموش رہنے کی بجائے عربی کلمات وآیات پڑھ سکیں۔ دوسرے بھائیوں کو بھی یاد کرواسکیں۔ ان شاء اللہ! آگے جاکر قرآن پڑھنے کا شوق بھی پیدا ہوگا۔

سوال کے ساتھ مذکورہ کتاب کی کاپی بھی منسلک ہے۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ آپ میری رہنمائی فرمائیں، اپنے قیمتی مشورے سے نوازیں، تاکہ جواب آنے کے بعد مذکورہ کتاب کی چھپائی کرواسکوں، اس لئے کہ جوحضرات شرم اور وقت نہ ہونے کی وجہ سے نماز خاموشی سے ادا کرتے ہیں یا نہیں سیکھتے، وہ گھر بیٹھے نماز سیکھ سکیں اور اپنی نماز درست کرسکیں۔

مستفتی: محمد اسد کامراد

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

صورت مسؤلہ میں اگرچہ قرآن کریم اور نماز کا سیکھنا اور سکھانا ایک اہم دینی فریضہ ہے،

لیکن اس میں بالخصوص قرآن سے متعلق شریعت مطہرہ کی بیان کردہ حدود کی رعایت اور پاسداری رکھنا از حد ضروری ہے، چنانچہ قرآنی آیات کو عثمانی رسم الخط کے علاوہ کسی اور رسم الخط میں لکھنا اور طبع کرنا یا کرانا ناجائز اور حرام ہے، اس پر تمام صحابہ کرامؓ، ائمہ محدثینؒ اور فقہاء کرامؒ بلکہ پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔

''الإتقان فی علوم القرآن للسیوطیؒ'' میں ہے:

''وقال أشهب: سئل مالكؒ هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، إلا على الكتبة الأولىٰ- ولامخالف له من علماء الأئمة- وقال الإمام أحمدؒ يحرم مخالفة خط مصحف عثمانؓ فى واوٍ أو ياءٍ أو ألف أو غير ذلك، وقال البيهقیؒ فی شعب الإيمان: من يكتب مصحفاً فينبغی أن يحافظ على الهجاء الذی كتبوا به تلك المصاحف ولايخالفهم فيه ولايغير ما كتبوه شيئا، فإنهم كانوا أكثر علماً وأصدق قلباً ولساناً وأعظم أمانةً منا فلاينبغی أن نظن بأنفسنا استدراكاً عليهم''۔

(النوع السادس والسبعون فی مرسوم الخط وآداب کتابتہ فصل،۲/ ۱۶۷، سہیل اکیڈمی، لاہور)

''مناہل العرفان فی علوم القرآن'' میں ہے:

''رسم المصحف...... أنه توقيفی لاتجوز مخالفته وذلك مذهب الجمهور...... بأن النبی ﷺ كان له كُتّابٌ يكتبون الوحی وقد كتبوا القرآن فعلا بهذا الرسم وأقرهم الرسول على كتابتهم ومضى عهده ﷺ وقرآن على هذه الكتبة، لم يحدث فيه تغيير ولاتبديل بل ورد أنه ﷺ كان يضع الدستور لكتاب الوحی فی رسم القرآن وكتابته...... ان رسم المصاحف العثمانية ظفر بأمور كل واحد منها يجعله جديراً بالتقدير ووجوب الإتباع، تلك الأمور هی أقدار الرسول ﷺ وأمره بدستوره وإجماع الصحابةؓ وكانوا أكثر من اثنی عشر ألف صحابیؓ عليه ثم إجماع الأمة عليه بعد ذلك فی عهد التابعين والأئمة المجتهدين...... وانعقاد الإجماع على تلك المصطلحات فی رسم المصحف دليل على أنه لايجوز العدول عنها إلى غيرها''۔ (۲/ ۳۷۷/ ۳۷۸/ دارالفکر)

اور عربی رسم الخط کے علاوہ کسی اور زبان میں عثمانی رسم الخط کی رعایت نہیں ہوسکتی اور نہ ہی بعض حروف (طاء، حاء، ض وغیرہ) کی صحیح مخارج کے ساتھ ادائیگی عربی زبان کے علاوہ دیگر

زبانوں میں ممکن ہے، کیونکہ مذکورہ حروف کے لئے عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں اصول اورضوابط نہیں ہیں، لامحالہ وہ صحیح مخارج سے ادانہیں ہوں گے اور تجوید کے دیگر اہم قواعد اور صفات کی رعایت بھی ممکن نہیں، جبکہ منسلکہ کتابچہ میں مذکورہ بالا اصول کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ ایک کلمہ کے حرف کو دوسرے کلمہ کے حرف کے ساتھ ملا کر لکھا گیا ہے، مثلاً تعوذ میں ''**من الشیطان الرجیم**'' کے نیچے''**م نش شی طا نر جی م**'' اور تسمیہ میں''**بسم اللہ الرحمن الرحیم**'' کے تحت ''**بس مل لاہ ررح ما نررحی م**'' درج کیا گیا ہے اور الف لام سے شروع ہونے والے تمام کلمات کی ابتداء سے الف لام کو حذف کیا گیا ہے، جیسا کہ لفظ''**باللہ**'' کو''**بل لاہ**'' اور''**من الشیطٰن**'' کو''**م نش شی طا**'' لکھا گیا ہے، وغیرہ جو کہ عثمانی رسم الخط کے سراسر خلاف ہے۔

نیز حرف مشدد کو مکرر لکھا گیا ہے، مثلاً:''**من الشیطٰن**'' میں حرف''شین'' کو اور ''**الرجیم**'' میں حرف''راء'' کو مکرر لکھا گیا ہے اور لفظ''اللہ'' میں کھڑے زبر کو الف کی صورت میں لکھا گیا ہے، جیسا کہ''**بسم اللہ**'' کو''**بس مل لاہ**'' لکھا گیا ہے، وغیرہ۔ اس سے قرآن کریم میں ایک حرف کی زیادتی لازم آتی ہے، جو کہ ناجائز اور حرام ہے اور تحریف قرآن کے مترادف ہے۔

لہٰذا قرآنی آیات کو اجماع امت کی مخالفت اور تحریف قرآن کے ارتکاب کی بنا پر سندھی رومن میں لکھنا جائز نہیں اور نہ ہی قرآنی آیات پر مشتمل مذکورہ انداز میں لکھے گئے کتابچوں اور رسائل کی اشاعت اور طباعت جائز ہے اور چونکہ اس کی خرید وفروخت میں ایک ناجائز کام میں تعاون ہے، لہٰذا خرید وفروخت بھی جائز نہیں۔

نیز مذکورہ طریقہ سے تعلیم وتعلم کی خاطر قرآنی آیات کو شائع کرنے کی ضرورت بھی نہیں، بلکہ اس کے لئے ماہر قراء اور مکاتب کا انتظام کیا جائے جو متداول اور معروف طریقہ سے قرآن کریم اور نماز کی تعلیم دیں۔ مسلمان اپنی استطاعت کے مطابق ان ماہر قراء اور مکاتب سے جتنا اور جو کچھ سیکھ سکا وہ دینی اعتبار سے زیادہ بہتر اور باعثِ اجر ہے۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد عبد المجید دین پوری	صالح محمد کاروڑی	محمد یوسف انور تخصصِ فقہِ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نقد و نظر

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

ادارہ

خانقاہی نظام کی اہمیت اور افادیت

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری ،صفحات: ۱۱۰، قیمت: درج نہیں، ناشر: مکتبہ غفوریہ حقانیہ نقشبندیہ، کراچی، برائے رابطہ: 0321-2384607، 0333-2315471

یوں محسوس ہوتا ہے کہ مؤلف موصوف مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے تصوف وسلوک کی راہ میں قبول فرمالیا ہے، اس لئے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں موصوف نے احسان وسلوک اور خانقاہی نظام کے متعلق کئی اہم کتب تالیف فرمالی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے کتابیں شائع کرنے کا اتنا عمدہ اور نفیس ذوق عطا فرمایا ہے کہ آپ کی تالیف اور مرتب کردہ کتب کو دیکھتے ہی پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ مؤلف نے اس رسالہ میں خانقاہی نظام کے مقاصد، اس کی فضیلت واہمیت اور اس کا فتنوں کے لئے مؤثر علاج ہونا مختصر اور مدلل انداز میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کے علم وعمل میں برکات نصیب فرمائیں اور اس کتاب کو امت کے لئے ہدایت اور راہنمائی کا ذریعہ بنائیں۔

ارشادات وملفوظات اولیائے نقشبند

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری ،صفحات: ۳۷۴، قیمت: درج نہیں، ناشر: مکتبہ غفوریہ حقانیہ نقشبندیہ، کراچی، برائے رابطہ: 0321-2384607، 0333-2315471

اس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت مولانا شمس الرحمن عباسی اور جناب محمد علی ہمایوں حنیف تک تقریباً اس سلسلہ کے ۴۵ بزرگانِ دین کے ملفوظات کو مختلف کتب سے یکجا کیا گیا ہے، اس اعتبار سے یہ کتاب ملفوظات کا انسائیکلو پیڈیا کہلانے کی مستحق ہے۔ امید ہے قارئین اس کتاب کی قدر افزائی فرمائیں گے۔

کشف وکرامات اولیائے نقشبند

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری، صفحات: ۳۵۰، قیمت: درج نہیں، ناشر: مکتبہ غفوریہ حقانیہ نقشبندیہ، کراچی، برائے رابطہ: 0321-2384607، 0333-2315471

اس کتاب میں خلفاء راشدینؓ اور سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں کے کشف وکرامات کو مختلف مآخذ سے جمع کیا گیا ہے اور کتاب کے شروع میں کشف، کرامت اور ان کی اقسام وغیرہ پر بہترین مقدمہ لکھا گیا ہے جو انتہائی جاندار اور اس موضوع پر بیش بہا خزینہ ہے۔ البتہ اس کتاب کے پروف پڑھنے میں انتہائی غفلت اور سستی کا مظاہرہ کیا گیا ہے، کیونکہ ہر صفحہ پر کثیر تعداد میں لفظی غلطیاں موجود ہیں، جس سے مضمون کا ربط ٹوٹ جاتا ہے، معنی اور مفہوم کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔ امید ہے کہ اگلے ایڈیشن میں اس کی طرف توجہ کی جائے گی۔

ملفوظات شیخ الحدیث

ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن مدنی مدظلہ، خلیفۂ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، صفحات: ۳۵۰، قیمت: درج نہیں، ناشر: مکتبہ لدھیانوی، ۱۸، سلام کتب مارکیٹ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، برائے رابطہ: 0321-2115595، 0321-2115502

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن مدظلہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ نے حضرتؒ کے ملفوظات جو مختلف مجالس اور مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے گئے، ان کو تربیت السالکین کے طرز پر جمع کیا ہے۔ ملفوظات کیا ہیں؟ زندگی گزارنے کے انمول اصول اور مختلف مراحل اور مواقع میں ایک بہترین ہادی اور ہمدرد راہنما ہیں۔ اللہ تعالیٰ اکابر کے ملفوظات اور ان کی زندگی کے تجرباتی نچوڑ کو پڑھنے اور حرزِ جان بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کتاب کا پڑھنا ہر مسلمان کے لئے انتہائی مفید اور ضروری ہے۔

دُکھی انسانیت کے نام

آج بیمار انسانیت عطائی معالجین کے ہاتھوں اپنا مرض بڑھا کر سسک سسک کر دم لے رہی ہے۔ میرے بھائیو! صحیح علاج کے لئے دوا کے ساتھ ساتھ تدابیر اور غذا کی موافقت بھی لازمی ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خونی پیچش ہو اور تکے، کباب، روسٹ اور بروسٹ وغیرہ بھی کھائے جائیں اور پھر شفاء کی اُمید بھی رکھی جائے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ گوشت خوری بھی کی جائے اور تیزابیت بھی نہ ہو۔ دودھ اور چاول کھائے جائیں اور نزلہ زکام کو فائدہ ہو جائے۔ جگر کی تحریک میں گھی کا کھانا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

میرے بھائیو! حکمت بچوں کا کھیل نہیں، یہ طویل ترین ریاضت، تجربہ اور محنت کے ساتھ ساتھ قلب ونظر کی پاکیزگی اور توجہ الی اللہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

بفضلہ تعالیٰ چالیس سالہ تجربہ کے دوران کم از کم ایک لاکھ ملکی وغیر ملکی مریضوں کا علاج کر چکا ہوں۔ طبیہ کالج کا سابقہ لیکچرار ہوں، دوا یوارڈ اور ایک گولڈ میڈل حاصل کر چکا ہوں۔ خدانخواستہ آپ یا آپ کا جاننے والا کسی بھی مرض میں مبتلا ہے تو ایک مرتبہ مجھے علاج کا موقع ضرور دیں، ان شاء اللہ شفائے کاملہ وعاجلہ ہوگی۔

ہمارے پندرہ روزہ کورسز کی قیمتیں درج ذیل ہیں:

۱: دُبلا پن ۱۰۰۰	۷: ہائی بلڈ پریشر: ۲۰۰۰	۱۳: سوزاک: ۲۰۰۰	۱۹: کیرا: ۳۰۰۰	۲۵: یرقان: ۵۰۰۰
۲: موٹاپا: ۱۰۰۰	۸: شوگر: ۱۰۰۰	۱۴: جریان: ۳۰۰۰	۲۰: بواسیر: ۳۰۰۰	۲۶: جنون: ۵۰۰۰
۳: احتباس الطمث: ۲۰۰۰	۹: کثرت الطمث: ۱۰۰۰	۱۵: عسر الطمث: ۱۰۰۰	۲۱: بے اولادی زنانہ: ۳۰۰۰	۲۷: بے اولادی مردانہ: ۳۰۰۰
۴: اٹھرا: ۳۰۰۰	۱۰۔ السر: ۲۰۰۰	۱۶: احتلام: ۳۰۰۰	۲۲: اعصابی کمزوری: ۵۰۰۰	۲۸: کمی سپرم: ۱۰۰۰۰
۵: پتھری: ۱۰۰۰	۱۱۔ دق الطفال: ۱۰۰۰	۱۷: سرعت انزال: ۳۰۰۰	۲۳: اوجاعی: ۱۰۰۰	۲۹: لیکوریا: ۱۰۰۰
۶: دمہ: ۱۰۰۰	۱۲۔ تبخیر معدہ: ۳۰۰۰	۱۸: اسقاطِ حمل: ۲۰۰۰	۲۴: تیزابیت: ۳۰۰۰	۳۰: تپ دق: ۳۰۰۰

نوٹ:

(۱) دوائی یا کورس بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رقم پہلے بھیجیں۔

(۲) ملاقات کرنے کے لئے فون پر پہلے وقت لے لیں۔

شناختی کارڈ نمبر: ۳-۵۷۸۶۶۲۱۴-۳۵۱۰۳

حکیم حاجی عبدالکریم بھٹی

لاہور ملتان روڈ، حبیب آباد ضلع قصور

فون: ۰۳۴۵-۷۵۴۵۱۱۹، ۰۳۱۳-۷۵۴۵۱۱۹